اوّل ایڈیشن: ماہِ ربیع الاول 1443ھ/ اکتوبر 2021

متعدد نظریاتی، فقہی اور اصلاحی مضامین کا مجموعہ

علمی اور اصلاحی مقالات

(جلد: 3)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

پیش لفظ

بندہ نے اپنے ’’سلسلہ اصلاحِ اَغلاط‘‘ کے تحت تحریر کیے گئے سینکڑوں تحریرات میں سے پندرہ پندرہ مقالات و مضامین منتخب کرکے یکجا عام کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، زیرِ نظر کتاب اس سلسلے کی تیسری جلد ہے جو کہ پندرہ مقالات و مضامین کا منتخب مجموعہ ہے۔ رفتہ رفتہ اس کی مزید جلدیں بھی عام کی جائیں گی ان شاءاللہ۔

حضرات اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیرًا

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرماکر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل و عیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، مشایخ کرام، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ مبین الرحمٰن
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
ماہِ ربیع الاول 1443ھ/ اکتوبر 2021
03362579499

اجمالی فہرست

مقالہ نمبر 1: پچیس آسان صدقات ------------------------------4

مقالہ نمبر 2: میت کے ترکہ سے وابستہ چار واجب حقوق ---------------11

مقالہ نمبر 3: ماہواری آنے کی کم سے کم عمر--------------------------20

مقالہ نمبر 4: خواتین کے لیے راہ چلنے کے آداب ----------------------25

مقالہ نمبر 5: فحاشی اور بے حیائی پھیلانے سے متعلق تنبیہ----------------36

مقالہ نمبر 6: چھپکلی اور گرگٹ کو قتل کرنے کا حکم ----------------------43

مقالہ نمبر 7: چاند کے باریک یا موٹا ہونے پر تاریخ کا دار و مدار رکھنے کی حقیقت--48

مقالہ نمبر 8: تحریر، ویڈیو اور آڈیو پھیلانے سے متعلق دینی تعلیمات --------54

مقالہ نمبر 9: اَذان سے پہلے درود و سلام پڑھنے کی مروّجہ رسم--------------62

مقالہ نمبر 10: قبر اور برزخ میں روح کا اِعادہ-------------------------68

مقالہ نمبر 11: جانوروں کو لڑانے کی ممانعت -------------------------76

مقالہ نمبر 12: فجر کی جماعت کے وقت سنتیں کہاں ادا کی جائیں؟---------82

مقالہ نمبر 13: قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے سے متعلق بنیادی مسائل-------89

مقالہ نمبر 14: ٹڈی کا شرعی حکم مع شُبہات کا اِزالہ--------------------97

مقالہ نمبر 15: دینی پیغامات اور پوسٹیں ڈیلیٹ کرنے کا حکم------------104

مقالہ نمبر 1:

پچیس آسان صدقات

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

پچیس آسان صدقات:

صدقہ دینے کی بہت زیادہ فضیلتیں ہیں، اس لیے اس کا بھرپور اہتمام ہونا چاہیے۔ واضح رہے کہ صدقہ دینے کی ایک اہم قسم تو وہ ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال خرچ کرتا ہے، جبکہ اس کے علاوہ بھی احادیث مبارکہ میں کئی ساری چیزوں کو حتی کہ ہر نیک عمل کو صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ (سنن الترمذی حدیث: 1970) ذیل میں انھی اعمال میں سے پچیس ایسے اعمال ذکر کیے جاتے ہیں جنھیں صدقہ قرار دیا گیا ہے، تاکہ ہر مسلمان ان پر سہولت کے ساتھ عمل کرسکے اور ان کے بدلے دنیا اور آخرت کے بہت سے فوائد اور فضائل سمیٹ سکے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ صدقات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ راستے سے تکلیف دینے والی کوئی بھی چھوٹی یا بڑی چیز (جیسے: کانٹا، پتھر، شیشہ وغیرہ) ہٹا دینا صدقہ ہے۔ (سنن ابی داود حدیث: 5244)

2۔ نابینا کو راہ دکھلا دینا صدقہ ہے۔ (مسند احمد حدیث: 21484)

3۔ مسلمان کو سلام کرنا صدقہ ہے۔ (سنن ابی داود حدیث: 2545)

4۔ امر بالمعروف یعنی دوسروں کو کسی نیکی کی دعوت اور ترغیب دینا صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم حدیث: 720)

5۔ نہی عن المنکر یعنی دوسروں کو کسی گناہ سے منع کرنا صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم حدیث: 720)

6۔ تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم حدیث: 720)

7۔ تحمید یعنی الحمدللہ کہنا صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم حدیث: 720)

8۔ تہلیل یعنی لاالٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم حدیث: 720)

9۔ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم حدیث: 720)

10۔ استغفار کرنا یعنی "أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ" کہنا صدقہ ہے۔ (مسند احمد حدیث: 21484)

11۔ مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا صدقہ ہے۔ (سنن الترمذی حدیث: 1970)

12۔ کسی مشترک کنویں یا ٹینکی وغیرہ سے اپنے لیے پانی نکالنے یا بھرنے کے بعد وہ پانی دوسرے مسلمان بھائی

کو دے دینا یا اپنے پاس موجود پانی میں سے اس کو پانی دے دینا صدقہ ہے۔(سنن الترمذی حدیث:1970)

13۔اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔(سنن الترمذی حدیث:1965)

14۔جس شخص سے راستہ گم ہو جائے یا اس کو راستہ معلوم نہ ہو تو اسے صحیح راستہ دکھلا دینا صدقہ ہے۔ (سنن الترمذی حدیث:1956)

15۔جو مسلمان کوئی درخت یا کھیتی اُگائے، پھر اس میں سے کوئی انسان، کوئی پرندہ یا کوئی جانور کچھ کھالے تو یہ اُس کے لیے صدقہ ہے۔(سنن الترمذی حدیث:1382)

16۔کسی حاجت مند مسلمان بھائی کی مدد کرنا اور اس کے ساتھ تعاون کرنا صدقہ ہے۔ (سنن النسائی حدیث:2537)

17۔اپنے شر سے دوسروں کو بچانا صدقہ ہے۔(سنن النسائی حدیث:2537)

18۔سماعت اور گویائی سے محروم افراد کو کوئی بات سمجھانا حتی کہ وہ سمجھ جائیں، یہ صدقہ ہے۔ (مسند احمد حدیث:21484)

19۔بیوی کو اپنے ہاتھ سے لقمہ کھلانا صدقہ ہے۔(صحیح بخاری حدیث:3554)

20۔لوگوں کے مابین انصاف اور عدل کا معاملہ کرنا صدقہ ہے۔(صحیح مسلم حدیث:1009)

21۔کسی شخص کو سواری پر سوار کرنے میں مدد کرنا صدقہ ہے۔(صحیح مسلم حدیث:1009)

22۔کسی شخص کا سامان سواری پر سوار کرانے میں مدد کرنا صدقہ ہے۔(صحیح مسلم حدیث:1009)

23۔نماز کے لیے جاتے ہوئے اٹھنے والا ہر قدم صدقہ ہے۔(صحیح مسلم حدیث:1009)

24۔ہر اچھی بات صدقہ ہے۔(صحیح مسلم حدیث:1009) اچھی بات سے مراد وہ بات ہے جس میں اچھائی کا پہلو ہو، جس سے کسی کی دلجوئی ہو، کسی کا غم ہلکا ہو، کسی کا غصہ دور ہو، کسی جھگڑے کا خاتمہ ہو، لوگوں میں صلح ہو، کسی کی مصیبت دور ہو، کسی کی مشکل حل ہو یا کسی کو کوئی خوشی پہنچے، وغیرہ۔

25۔چاشت کی نماز ادا کرنا صدقہ ہے۔ حدیث شریف کی رو سے انسان کے جسم میں 360 جوڑ ہیں اور ہر

جوڑ کے بدلے ہر روز اس کے ذمے صدقہ دینا واجب ہے، ما قبل میں جو صدقات ذکر ہوئے وہ بھی سرانجام دیے جائیں اور 360 صدقات پورے ہو جائیں تو جسم کے تمام جوڑوں کا صدقہ ادا ہو جاتا ہے، البتہ اگر چاشت کی نماز ادا کر لی جائے تو وہ جسم کے ان تمام جوڑوں کے صدقات کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔ (چاشت کی نماز کی کم از کم دو رکعات ہیں، البتہ اگر کوئی شخص چار، چھ، آٹھ یا بارہ رکعات ادا کرنا چاہے تو یہ زیادہ فضیلت کی بات ہے۔) (صحیح مسلم حدیث:720)

مذکورہ اعمال سرانجام دیتے وقت نیکی اور ثواب کی نیت بھی کر لینی چاہیے تاکہ ثواب سمیت متعدد فوائد حاصل ہو سکیں۔ ذیل میں مذکورہ صدقات کی احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

احادیث مبارکہ

- سنن ابی داود:

٥٢٤٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «فِي الْإِنْسَانِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّونَ مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ»، قَالُوا: وَمَنْ يُطِيقُ ذَلِكَ يَا نَبِيَّ اللهِ؟ قَالَ: «النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا، وَالشَّيْءُ تُنَحِّيهِ عَنِ الطَّرِيقِ، فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحَى تُجْزِئُكَ».

- صحیح بخاری:

٥٣٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لِي مَالٌ أُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ، قَالَ: «لَا» قُلْتُ: فَالشَّطْرِ؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَالثُّلُثِ؟ قَالَ: «الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ، وَمَهْمَا أَنْفَقْتَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ، وَلَعَلَّ اللهَ يَرْفَعُكَ يَنْتَفِعُ بِكَ نَاسٌ وَيُضَرُّ بِكَ آخَرُونَ».

- صحیح مسلم:

٧٢٠- عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدُّؤَلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى».

١٠٠٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ- قَالَ:- تَعْدِلُ بَيْنَ الاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا، أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، -قَالَ:- وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خَطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيطُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ».

- مسند احمد:

٢١٤٨٤: عَنْ أَبِي سَلَّامٍ قَالَ أَبُو ذَرٍّ: عَلَى كُلِّ نَفْسٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ صَدَقَةٌ مِنْهُ عَلَى نَفْسِهِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مِنْ أَيْنَ أَتَصَدَّقُ وَلَيْسَ لَنَا أَمْوَالٌ؟ قَالَ: «لِأَنَّ مِنْ أَبْوَابِ الصَّدَقَةِ: التَّكْبِيرَ وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ للهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَتَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَتَعْزِلُ الشَّوْكَةَ عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ وَالْعَظْمَ وَالْحَجَرَ وَتَهْدِي الْأَعْمَى وَتُسْمِعُ الْأَصَمَّ وَالْأَبْكَمَ حَتَّى يَفْقَهَ وَتُدِلُّ الْمُسْتَدِلَّ عَلَى حَاجَةٍ لَهُ قَدْ عَلِمْتَ مَكَانَهَا» الحديث.

- سنن ابی داود:

٥٢٤٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ - وَهَذَا لَفْظُهُ وَهُوَ أَتَمُّ- عَنْ وَاصِلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنِ ابْنِ آدَمَ صَدَقَةٌ، تَسْلِيمُهُ عَلَى مَنْ لَقِيَ صَدَقَةٌ، وَأَمْرُهُ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيُهُ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَإِمَاطَتُهُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ، وَبُضْعَتُهُ

أَهْلَهُ صَدَقَةٌ». قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، يَأْتِي شَهْوَتَهُ وَتَكُونُ لَهُ صَدَقَةٌ؟ قَالَ: «أَرَأَيْتَ لَوْ وَضَعَهَا فِي غَيْرِ حَقِّهَا أَكَانَ يَأْثَمُ؟». قَالَ: «وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ كُلِّهِ رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحَى». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ حَمَّادٌ الأَمْرَ وَالنَّهْيَ.

- سنن الترمذی:

١٩٧٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا المُنْكَدِرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ المُنْكَدِرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَإِنَّ مِنَ المَعْرُوفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ، وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ أَخِيكَ».

١٩٦٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ المُبَارَكِ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ صَدَقَةٌ».

١٩٥٦- حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ العَظِيمِ العَنْبَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الجُرَشِيُّ اليَمَامِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَأَمْرُكَ بِالمَعْرُوفِ وَنَهْيُكَ عَنِ المُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَإِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِي أَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَبَصَرُكَ لِلرَّجُلِ الرَّدِيءِ البَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَإِمَاطَتُكَ الحَجَرَ وَالشَّوْكَةَ وَالعَظْمَ عَنِ الطَّرِيقِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَإِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِي دَلْوِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ»

١٣٨٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ، أَوْ طَيْرٌ، أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ».

- سنن النسائی:

٢٥٣٧- أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ». قِيلَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَجِدْهَا؟ قَالَ: «يَعْتَمِلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ». قِيلَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟

قَالَ: «يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ». قِيلَ: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: «يَأْمُرُ بِالْخَيْرِ». قِيلَ: أَرَأَيْت إِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: «يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ».

٢٥٤٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً».

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

3 صفر المظفّر 1443ھ/11 ستمبر 2021

مقالہ نمبر 2:

میت کے ترکہ سے وابستہ چار واجب حقوق

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

ترکہ کی حقیقت:

1۔ انتقال کے وقت مرنے والے کی ملکیت میں چھوٹی بڑی جتنی بھی چیزیں [یعنی سامان، منقولہ وغیر منقولہ جائیداد، رقوم، زیورات، کپڑے اور دیگر چھوٹے بڑے اموال اور سامان] ہوتی ہیں بھلے وہ ایک سوئی اور الائچی ہی کیوں نہ ہو؛ وہ سب کی سب میت کا ترکہ شمار ہوتی ہیں۔ اس سے ان لوگوں اور وارثوں کی غلطی واضح ہوجاتی ہے کہ جو میت کی ملکیت میں موجود بڑی بڑی چیزوں کو تو ترکہ میں شامل مان لیتے ہیں جبکہ متعدد چھوٹی چھوٹی چیزوں کو ترکہ میں شامل نہیں مانتے، یہ بڑی غلطی ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔

2۔ میت کے جو قرضے دوسروں کے ذمے رہ گئے ہوں یا میت کی جو مملوکہ امانتیں دوسرں کے پاس موجود ہوں وہ بھی میت کے ترکہ میں شامل ہیں۔

3۔ میت کے پاس جو دوسروں کی امانتیں رکھی ہوئی ہوتی ہیں یا میت نے جو چیزیں کسی سے عاریتًا یعنی عارضی استعمال کے لیے لی ہوتی ہیں وہ ترکہ میں شامل نہیں ہوتیں کیوں کہ وہ میت کی ملکیت میں نہیں ہوتیں بلکہ وہ اپنے اصل مالکوں کی ملکیت میں ہوتی ہیں۔ اس لیے وارثوں کے ذمے لازم ہیں کہ وہ تحقیق کے بعد ان کو ان کے اصل مالکوں تک پہنچانے اور انھیں واپس کرنے کا اہتمام کریں۔

تنبیہ:

میت کے ترکہ میں جو چیزیں داخل ہوں گی اور جو چیزیں داخل نہیں ہوں گی ان کے بارے میں مختصر تفصیل ذکر کردی گئی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ عوام کے لیے کافی پیچیدہ ہے، اس لیے میت کے ترکہ سے متعلق مستند اہلِ علم سے ضرور راہنمائی لینی چاہیے۔

میت کے ترکہ سے وابستہ چار واجب حقوق:

میت کے ترکہ میں چار حقوق واجب ہوتے ہیں جن کی ادائیگی وارثوں کی شرعی ذمہ داری ہے، اس لیے ان کے بارے میں دین کا علم حاصل کرکے اسی کے مطابق میت کے ترکہ میں سے یہ چاروں حقوق ادا کرنے کی

بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

واضح رہے کہ میت کے ترکہ میں واجب ہونے والے چار حقوق ترتیب وار درج ذیل ہیں:

1۔ میت کے ترکہ میں سے اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے متوسط اخراجات کی ادائیگی۔

2۔ میت کے ترکہ میں سے اس کے ذمے رہ جانے والے لوگوں کے قرضوں اور واجب الاداءرُ قوم کی ادائیگی۔

3۔ میت کے ترکہ میں سے اس کی جائز وصیت کو پورا کرنا۔

4۔ میت کے ترکہ کو اس کے وارثوں میں شریعت کے مطابق تقسیم کرنا۔

میت کے ترکہ میں سے مذکورہ چار حقوق کی ادائیگی کی بنیادی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا حق: میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے معتدل اخراجات کی ادائیگی:

میت کے ترکہ میں واجب ہونے والا پہلا حق میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے اخراجات کی ادائیگی ہے کہ سب سے پہلے میت کے ترکہ میں سے میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے متوسط اخراجات ادا کیے جائیں گے، یہ اخراجات شریعت کے مطابق ہونے چاہییں، اس لیے ان میں بدعات و رسومات کے اخراجات اور غیر ضروری اخراجات شامل نہیں ہونے چاہییں، بلکہ یہ تمام کام اور مراحل شریعت کے مطابق سرانجام دینے کے لیے جس قدر معتدل اور مناسب رقم درکار ہو وہ میت کے ترکہ میں سے ادا کی جائے گی۔ البتہ اگر کوئی عاقل بالغ وارث یا غیر وارث شخص یہ اخراجات اپنی خوشی سے اپنی طرف سے ادا کردے تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: میت اگر عورت ہے تو اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے اخراجات اس کے شوہر کے ذمے لازم ہوں گے، البتہ اگر شوہر نہیں ہے تو پھر اس عورت کے ترکہ میں سے ادا کیے جائیں گے۔ (احکامِ میت)

دوسرا حق: میت کے ذمے رہ جانے والے لوگوں کے قرضوں کی ادائیگی:

میت کے ترکہ میں واجب ہونے والا دوسرا حق میت کے ذمے رہ جانے والے دوسروں کے قرضوں اور واجب الاداءرُ قوم کی ادائیگی ہے کہ پہلے حق کی ادائیگی کے بعد میت کے ذمے جو لوگوں کے قرضے رہ

گئے ہوں وہ ادا کیے جائیں گے اگرچہ ان کی ادائیگی میں سارا کا سارا ترکہ ختم ہو جائے۔

تیسرا حق: میت کی جائز وصیتوں کو پورا کرنا:

میت کے ترکہ میں واجب ہونے والا تیسرا حق میت کی جائز وصیتوں کو پورا کرنا ہے کہ دوسرے حق کی ادائیگی کے بعد جو مال باقی بچ جائے تو اگر میت نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو اس بقیہ مال کے ایک تہائی حصے میں وہ وصیت پوری کر دی جائے گی۔ اگر میت کی وصیت ایک تہائی حصے میں پوری نہیں ہو رہی ہو تو ایک تہائی سے زیادہ مال اس کے لیے صرف کرنا وارثوں کے ذمے واجب نہیں ہوتا، البتہ اگر عاقل بالغ ورثہ اپنی خوشی سے اپنے حصے میں سے وصیت کو پورا کرنا چاہیں تو یہ بالکل درست بلکہ میت پر احسان کے زمرے میں آتا ہے۔

چوتھا حق: میت کے ترکہ کو اس کے وارثوں میں تقسیم کرنا:

میت کے ترکہ میں واجب ہونے والا چوتھا حق میت کے ترکہ کو اس کے وارثوں میں تقسیم کرنا ہے کہ تیسرے حق کی ادائیگی کے بعد پھر باقی مال کو میت کے وارثوں میں شریعت کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔

فائدہ: مذکورہ تفصیل میں یہ بات تو واضح ہے کہ اگر میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے اخراجات کوئی وارث یا غیر وارث اپنے مال میں سے ادا کر دے تو ایسی صورت میں میت کے ترکہ میں باقی تین حقوق بالترتیب پورے کیے جائیں گے، اور اگر میت کے ذمے لوگوں کا قرضہ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں میت کے ترکہ میں تیسرے اور چوتھے حق کو بالترتیب ادا کیا جائے گا، اور اگر میت نے کوئی وصیت بھی نہ کی ہو تو ایسی صورت میں چوتھا حق یعنی تقسیمِ میراث ادا کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ میت کے ترکہ میں سے مذکورہ چار حقوق اسی ترتیب کے ساتھ واجب ہوتے ہیں۔ یہ بنیادی بات ہے جسے سمجھنا اہمیت رکھتا ہے۔ (تفصیل: احکامِ میت)

وصیت اور قرضے میں فرق:

میت کے حقوق میں سے پہلے اور چوتھے حق سے متعلق اس قدر تفصیل کافی ہے۔ البتہ دوسرے حق

یعنی قرضوں کی ادائیگی اور تیسرے حق یعنی وصیت سے متعلق کچھ غلط فہمیاں عام ہیں اس لیے ان کے بارے میں کچھ وضاحت ذکر کی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ میت کے ترکہ میں سے ادا کیے جانے والے حقوق میں سے قرضے اور وصیت میں متعدد اعتبار سے فرق ہے، ملاحظہ فرمائیں:

1۔ میت کے ترکہ میں سے قرضے کی ادائیگی کے لیے وصیت ضروری نہیں، بلکہ وہ بہر صورت ادا کیے جائیں گے، جبکہ وصیت پر عمل اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب میت نے وصیت کی ہو۔

2۔ میت کے ترکہ میں سے قرضے کی ادائیگی کے لیے مال کی کوئی حد نہیں، بلکہ وہ کل مال میں سے ادا کیے جاتے ہیں، اس لیے اگر قرضے کی ادائیگی میں سارا کا سارا ترکہ بھی صرف ہو جائے تب بھی قرضوں کی ادائیگی ضروری ہے، جبکہ وصیت پر عمل کرنے کے لیے ایک تہائی مال کی حد مقرر ہے، ایک تہائی سے زیادہ مال کو وصیت میں خرچ کرنا وارثوں کے ذمے لازم نہیں۔ البتہ اگر عاقل بالغ ورثہ اپنی خوشی سے اپنے حصے میں سے وصیت کو پورا کرنا چاہیں تو یہ بالکل درست بلکہ میت پر احسان کے زمرے میں آتا ہے۔

3۔ میت کے ترکہ میں سے قرضوں کی ادائیگی کا دوسرا نمبر ہے، جبکہ وصیت کا تیسرا نمبر ہے، یعنی کہ قرضوں کی ادائیگی مقدّم ہے وصیت پر، جس کا مطلب یہ ہے کہ وصیت پر عمل کرنا اُس صورت میں ممکن اور ضروری ہے جب قرضوں کی ادائیگی کے بعد مال باقی بچ جائے، اس لیے اگر سارا کا سارا مال قرضے کی ادائیگی میں ختم ہو جائے اور وصیت کے لیے کچھ بھی باقی نہ بچے تو ایسی صورت میں وارثوں کے ذمے اپنی طرف سے اس وصیت کو پورا کرنا لازم نہیں، لیکن اگر قرضوں کی ادائیگی کے بعد مال باقی بچ جائے تو ایسی صورت میں وصیت اس باقی مال کے صرف تہائی حصے میں پوری کی جائے گی۔ (مأخذ: احکامِ میت)

قرضوں کی دو اقسام:

دُیُون یعنی قرضوں کی دو قسمیں ہیں:

1۔ بندوں کا قرضہ: یعنی کسی شخص کے ذمے لوگوں کے قرضے اور واجب الاداء رقوم وغیرہ ہوں تو ان کے

بارے میں حکم یہ ہے کہ چاہے میت نے ان کی ادائیگی کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو؛ وہ بہر صورت میت کے مال میں سے ادا کیے جائیں گے۔ گویا کہ وصیت کا تعلق ان کے ساتھ نہیں ہوتا۔ جس کی تفصیل گزر چکی۔

2۔ اللہ تعالیٰ کا قرضہ: یعنی کسی شخص کے ذمے اللہ تعالیٰ کے متعدد حقوق (فرائض وواجبات) رہ گئے ہوں، جیسے: نمازوں اور روزوں کا فدیہ، زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قسم کے کفارہ، حج اور قربانی وغیرہ کی ادائیگی، وغیرہ۔ ایسے فرائض وواجبات کو ادا نہ کرنے کی صورت میں ان کے لیے وصیت کی ضرورت پڑتی ہے، بغیر وصیت کے ان حقوق کی ادائیگی وارثوں کے ذمے واجب نہیں ہوتی۔ گویا کہ اس کا تعلق وصیت کے ساتھ ہے۔ (احکامِ میت)

فائدہ:

زیرِ نظر تحریر میں مذکورہ چار حقوق کے تفصیلی احکام بیان کرنا مقصود نہیں، بلکہ صرف ان کے بنیادی اجمالی احکام ذکر کرنا مقصود ہے۔ اس لیے مزید تفصیل کے لیے حضرات اہلِ علم سے رابطہ فرمائیں۔

احادیث اور فقہی عبارات

- سنن الدارقطني:

٤٣٣٢- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَنْصُورٍ الْفَقِيهُ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ابْنُ بِنْتِ شُرَحْبِيلَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا عُتْبَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ بِثُلُثِ أَمْوَالِكُمْ عِنْدَ وَفَاتِكُمْ زِيَادَةً فِي حَسَنَاتِكُمْ لِيَجْعَلَهَا لَكُمْ زَكَاةً فِي أَعْمَالِكُمْ».

(كِتَابُ الْوَصَايَا)

- إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة:

٣٠٢٠- وَقَالَ مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الله بْنُ دَاوُدَ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ الله عَنْهُ قَالَ: إِنَّ الله تَعَالَى تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ بِثُلُثِ أَمْوَالِكُمْ عِنْدَ وَفَاتِكُمْ.

هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ. لَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «إِنَّ الله تَصَدَّقَ

عَلَيْكُمْ عِنْدَ وَفَاتِكُمْ بِثُلُثِ أَمْوَالِكُمْ زِيَادَةً لَكُمْ فِي أَعْمَالِكُمْ». رواه ابْن مَاجَهْ فِي «سننه» بِسَنَدٍ ضَعِيف كَمَا بَيَّنْتُهُ فِي الْكَلَامِ على زَوَائِدِ ابْنِ مَاجَهْ. (باب ما جاء في الوصية بالثلث أو الربع)

- البحر الرائق:

الْمُرَادُ من التَّرِكَةِ: ما تَرَكَهُ الْمَيِّتُ خَالِيًا عن تَعَلُّقِ حَقِّ الْغَيْرِ بِعَيْنِهِ وَإِنْ كان حَقُّ الْغَيْرِ مُتَعَلِّقًا بِهِ. (كتاب الفرائض)

- مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر:

(يُبْدَأُ مِنْ تَرِكَةِ الْمَيِّتِ) الْخَالِيَةِ عَنْ تَعَلُّقِ حَقِّ الْغَيْرِ بِعَيْنِهَا كَالرَّهْنِ وَالْعَبْدِ الْجَانِي وَالْمُشْتَرِي قَبْلَ الْقَبْضِ فَإِنَّ صَاحِبَهُ يُقَدَّمُ عَلَى التَّجْهِيزِ كَمَا فِي حَالِ حَيَاتِهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ يُبْدَأُ (بِتَجْهِيزِهِ وَدَفْنِهِ) اعْتِبَارًا لِحَالَةِ الْحَيَاةِ فَإِنَّ الْمَرْءَ يُقَدِّمُ نَفْسَهُ فِي حَيَاتِهِ فِيمَا يَحْتَاجُ إلَيْهِ مِنَ النَّفَقَةِ وَالْكِسْوَةِ وَالسُّكْنَى عَلَى أَصْحَابِ الدُّيُونِ مَا لَمْ يَتَعَلَّقْ حَقُّ الْغَيْرِ بِعَيْنِ مَالِهِ فَكَذَا بَعْدَ وَفَاتِهِ، فَإِنَّهُ يُقَدَّمُ تَجْهِيزُهُ وَدَفْنُهُ (بِلَا إسْرَافٍ وَلَا تَقْتِيرٍ) وَهُوَ قَدْرُ كَفَنِ الْكِفَايَةِ أَوْ كَفَنِ السُّنَّةِ، أَوْ قَدْرَ مَا يَلْبَسُهُ فِي حَيَاتِهِ مِنْ أَوْسَطِ ثِيَابِهِ أَوْ مِنَ الَّذِي يَتَزَيَّنُ بِهِ فِي الْأَعْيَادِ وَالْجُمَعِ وَالزِّيَارَاتِ عَلَى مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ كَفَنُ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ، قَالَ الصَّدْرُ الشَّهِيدُ وَقَاضِي خَانْ: الْفَتْوَى عَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ. (ثُمَّ تُقْضَى دُيُونُهُ) مِنْ جَمِيعِ مَالِهِ الْبَاقِي بَعْدَ التَّجْهِيزِ وَالدَّفْنِ أَيْ ثُمَّ يُبْدَأُ بِوَفَاءِ دَيْنِهِ الَّذِي لَهُ مُطَالِبٌ مِنْ جِهَةِ الْعِبَادِ لَا دَيْنِ الزَّكَاةِ وَالْكَفَّارَاتِ وَنَحْوِهَا؛ لِأَنَّ هَذِهِ الدُّيُونَ تَسْقُطُ بِالْمَوْتِ فَلَا يَلْزَمُ الْوَرَثَةَ أَدَاؤُهَا إلَّا إذَا أَوْصَى بِهَا أَوْ تَبَرَّعُوا بِهَا مِنْ عِنْدِهِمْ (ثُمَّ تُنَفَّذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ بَعْدَ الدَّيْنِ) أَيْ ثُمَّ يُبْدَأُ بِوَصِيَّتِهِ أَيْ بِتَنْفِيذِهَا مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ بَعْدَ التَّجْهِيزِ وَالدَّيْنِ وَفِي أَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ لَا يَجُوزُ إلَّا بِإِجَازَةِ الْوَرَثَةِ عَلَى مَا مَرَّ، ثُمَّ هَذَا لَيْسَ بِتَقْدِيمٍ عَلَى الْوَرَثَةِ فِي الْمَعْنَى بَلْ تَشْرِيكٌ لَهُمْ حَتَّى إذَا سَلِمَ لَهُ شَيْءٌ سَلِمَ لِلْوَرَثَةِ ضِعْفُهُ أَوْ أَكْثَرُ (ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِي بَيْنَ وَرَثَتِهِ) أَيْ الَّذِينَ ثَبَتَ إرْثُهُمْ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ . (كِتَاب الْفَرَائِضِ)

- الدر المختار:

(يَبْدَأُ مِنْ تَرِكَةِ الْمَيِّتِ الْخَالِيَةِ عَنْ تَعَلُّقِ حَقِّ الْغَيْرِ بِعَيْنِهَا كَالرَّهْنِ وَالْعَبْدِ الْجَانِي) وَالْمَأْذُونِ

الْمَدْيُونِ وَالْمَبِيعِ الْمَحْبُوسِ بِالثَّمَنِ وَالدَّارِ الْمُسْتَأْجَرَةِ، وَإِنَّمَا قُدِّمَتْ عَلَى التَّكْفِينِ؛ لِتَعَلُّقِهَا بِالْمَالِ قَبْلَ صَيْرُورَتِهِ تَرِكَةً (بِتَجْهِيزِهِ) يَعُمُّ التَّكْفِينُ (مِنْ غَيْرِ تَقْتِيرٍ وَلَا تَبْذِيرٍ) كَكَفَنِ السُّنَّةِ أَوْ قَدْرِ مَا كَانَ يَلْبَسُهُ فِي حَيَاتِهِ، وَلَوْ هَلَكَ كَفَنُهُ فَلَوْ قَبْلَ تَفَسُّخِهِ كُفِّنَ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى وَكُلُّهُ مِنْ كُلِّ مَالِهِ (ثُمَّ) تُقَدَّمُ (دُيُونُهُ الَّتِي لَهَا مُطَالِبٌ مِنْ جِهَةِ الْعِبَادِ) وَيُقَدَّمُ دَيْنُ الصِّحَّةِ عَلَى دَيْنِ الْمَرَضِ إِنْ جُهِلَ سَبَبُهُ، وَإِلَّا فَسِيَّانِ كَمَا بَسَطَهُ السَّيِّدُ، (وَأَمَّا دَيْنُ اللهِ تَعَالَى فَإِنْ أَوْصَى بِهِ وَجَبَ تَنْفِيذُهُ مِنْ ثُلُثِ الْبَاقِي وَإِلَّا لَا، ثُمَّ) تُقَدَّمُ (وَصِيَّتُهُ) وَلَوْ مُطْلَقَةً عَلَى الصَّحِيحِ خِلَافًا لِمَا اخْتَارَهُ فِي «الِاخْتِيَارِ» (مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ) بَعْدَ تَجْهِيزِهِ وَدُيُونِهِ، وَإِنَّمَا قُدِّمَتْ فِي الْآيَةِ؛ اهْتِمَامًا لِكَوْنِهَا مَظِنَّةَ التَّفْرِيطِ (ثُمَّ) رَابِعًا بَلْ خَامِسًا (يُقْسَمُ الْبَاقِي) بَعْدَ ذَلِكَ (بَيْنَ وَرَثَتِهِ) أَيِ الَّذِينَ ثَبَتَ إِرْثُهُمْ بِالْكِتَابِ أَوِ السُّنَّةِ كَقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «أَطْعِمُوا الْجَدَّاتِ بِالسُّدُسِ»، أَوِ الْإِجْمَاعِ فَجَعَلَ الْجَدَّ كَالْأَبِ وَابْنَ الِابْنِ كَالِابْنِ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: الْخَالِيَةِ إِلَخْ) صِفَةٌ كَاشِفَةٌ؛ لِأَنَّ تَرِكَهُ الْمَيِّتُ مِنَ الْأَمْوَالِ صَافِيًا عَنْ تَعَلُّقِ حَقِّ الْغَيْرِ بِعَيْنٍ مِنَ الْأَمْوَالِ كَمَا فِي شُرُوحِ «السِّرَاجِيَّةِ». وَاعْلَمْ أَنَّهُ يَدْخُلُ فِي التَّرِكَةِ الدِّيَةُ الْوَاجِبَةُ بِالْقَتْلِ الْخَطَأِ أَوْ بِالصُّلْحِ عَنِ الْعَمْدِ أَوْ بِانْقِلَابِ الْقِصَاصِ مَالًا بِعَفْوِ بَعْضِ الْأَوْلِيَاءِ، فَتُقْضَى مِنْهُ دُيُونُ الْمَيِّتِ وَتُنَفَّذُ وَصَايَاهُ، كَمَا فِي «الذَّخِيرَةِ». (قَوْلُهُ: بِعَيْنِهَا) مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهِ: «تَعَلَّقَ». (قَوْلُهُ: كَالرَّهْنِ إِلَخْ) مِثَالٌ لِلْعَيْنِ الَّتِي تَعَلَّقَ بِهَا حَقُّ الْغَيْرِ إِذَا رَهَنَ شَيْئًا وَسَلَّمَهُ وَلَمْ يَتْرُكْ غَيْرَهُ فَدَيْنُ الْمُرْتَهِنِ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّجْهِيزِ فَإِنْ فَضَلَ بَعْدَهُ شَيْءٌ صُرِفَ إِلَيْهِ ...... (قَوْلُهُ: كَكَفَنِ السُّنَّةِ) أَيْ مِنْ حَيْثُ الْعَدَدُ. وَقَوْلُهُ: «أَوْ قَدْرِ مَا كَانَ يَلْبَسُهُ فِي حَيَاتِهِ» أَيْ مِنْ حَيْثُ الْقِيمَةُ، وَ«أَوْ» بِمَعْنَى الْوَاوِ. قَالَ فِي «سَكْبِ الْأَنْهُرِ»: ثُمَّ الْإِسْرَافُ نَوْعَانِ: مِنْ حَيْثُ الْعَدَدُ بِأَنْ يُزَادَ فِي الرَّجُلِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ، وَفِي الْمَرْأَةِ عَلَى خَمْسَةٍ، وَمِنْ حَيْثُ الْقِيمَةُ بِأَنْ يُكَفَّنَ فِيمَا قِيمَتُهُ تِسْعُونَ، وَقِيمَةُ مَا يَلْبَسُهُ فِي حَيَاتِهِ سِتُّونَ مَثَلًا. وَالتَّقْتِيرُ أَيْضًا نَوْعَانِ عَكْسُ الْإِسْرَافِ عَدَدًا وَقِيمَةً اهـ. وَهَذَا إِذَا لَمْ يُوصِ بِذَلِكَ، فَلَوْ أَوْصَى تُعْتَبَرُ الزِّيَادَةُ عَلَى كَفَنِ الْمِثْلِ مِنَ الثُّلُثِ، وَكَذَا لَوْ تَبَرَّعَ الْوَرَثَةُ بِهِ أَوْ أَجْنَبِيٌّ فَلَا بَأْسَ بِالزِّيَادَةِ مِنْ حَيْثُ الْقِيمَةُ لَا الْعَدَدُ. وَهَلْ لِلْغُرَمَاءِ الْمَنْعُ مِنْ كَفَنِ الْمِثْلِ؟ قَوْلَانِ، وَالصَّحِيحُ نَعَمْ،

«دُرٌّ مُنْتَقًى»: أَيْ فَيُكَفَّنُ بِكَفَنِ الْكِفَايَةِ وَهُوَ ثَوْبَانِ لِلرَّجُلِ وَثَلَاثَةٌ لِلْمَرْأَةِ ابْنُ كَمَالٍ. ...... (قَوْلُهُ وَأَمَّا دَيْنُ اللهِ تَعَالَى إلَخْ) مُحْتَرَزُ قَوْلِهِ: «مِنْ جِهَةِ الْعِبَادِ»، وَذَلِكَ كَالزَّكَاةِ وَالْكَفَّارَاتِ وَنَحْوِهَا. قَالَ الزَّيْلَعِيُّ: فَإِنَّهَا تَسْقُطُ بِالْمَوْتِ فَلَا يَلْزَمُ الْوَرَثَةَ أَدَاؤُهَا، إلَّا إذَا أَوْصَى بِهَا، أَوْ تَبَرَّعُوا بِهَا هُمْ مِنْ عِنْدِهِمْ؛ لِأَنَّ الرُّكْنَ فِي الْعِبَادَاتِ نِيَّةُ الْمُكَلَّفِ وَفِعْلُهُ، وَقَدْ فَاتَ بِمَوْتِهِ فَلَا يُتَصَوَّرُ بَقَاءُ الْوَاجِبِ اهـ. وَتَمَامُهُ فِيهِ. أَقُولُ: وَظَاهِرُ التَّعْلِيلِ أَنَّ الْوَرَثَةَ لَوْ تَبَرَّعُوا بِهَا لَا يَسْقُطُ الْوَاجِبُ عَنْهُ؛ لِعَدَمِ النِّيَّةِ مِنْهُ، وَلِأَنَّ فِعْلَهُمْ لَا يَقُومُ مَقَامَ فِعْلِهِ بِدُونِ إذْنِهِ، تَأَمَّلْ. (قَوْلُهُ: مِنْ ثُلُثِ الْبَاقِي) أَيِ الْفَاضِلِ عَنِ الْحُقُوقِ الْمُتَقَدِّمَةِ، وَعَنْ دَيْنِ الْعِبَادِ فَإِنَّهُ يُقَدَّمُ لَوِ اجْتَمَعَ مَعَ دَيْنِ اللهِ تَعَالَى؛ لِأَنَّهُ تَعَالَى هُوَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ، كَمَا فِي «الدُّرِّ الْمُنْتَقَى». (كِتَابُ الْفَرَائِضِ)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

26 محرم الحرام 1443ھ/4 ستمبر 2021

مقالہ نمبر 3:

ماہواری آنے کی کم سے کم عمر

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

ماہواری آنے کی کم سے کم عمر:

1۔ بچی کو ماہواری یعنی حیض آنے کی کم سے کم عمر 9 سال ہے کہ 9 سال سے کم عمر کی بچی کو ماہواری نہیں آسکتی۔ اس مسئلہ کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ بچی کو آنے والے خون کو ماہواری تب قرار دیا جاسکتا ہے جب وہ بچی کی عمر کے 9 سال پورے ہونے کے بعد آئے، گویا کہ یہ ماہواری ثابت ہونے کی ایک شرط ہے۔

واضح رہے کہ یہاں سال سے مراد قمری یعنی اسلامی سال ہے کہ قمری سال کے اعتبار سے 9 سال کی عمر سے پہلے بچی کو ماہواری نہیں آسکتی۔

2۔ بچی کو قمری اعتبار سے 9 سال پورے ہونے کے بعد جب ماہواری آئے تو یہ بھی بلوغت کی علامات میں سے ہے، اس لیے اگر اس کے علاوہ بلوغت کی کوئی اور علامت [یعنی احتلام یا انزال وغیرہ] ظاہر نہ ہوئی ہو تو یہ ماہواری آتے ہی بچی بالغ شمار ہوگی اور اس پر شریعت کے احکام لاگو ہوجائیں گے۔

3۔ بچی کی عمر کے 9 قمری سال پورے ہونے سے پہلے جو خون آئے تو وہ ماہواری نہیں ہوتی بلکہ اس کو استحاضہ کہتے ہیں جو کہ بیماری ہے، اس لیے محض اس کی وجہ سے بچی بالغ شمار نہیں ہوتی اور نہ ہی اس پر بلوغت کے احکام لاگو ہوتے ہیں، یعنی استحاضہ بلوغت کی علامات میں سے نہیں ہے۔

4۔ جب عمر کے 9 قمری سال پورے ہونے سے پہلے بچی کو ماہواری نہیں آسکتی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ عمر کے 9 قمری سال پورے ہونے سے پہلے بالغ بھی نہیں ہوسکتی، گویا کہ بچی کی بلوغت کی کم سے کم عمر 9 قمری سال ہے کہ عمر کے 9 قمری سال پورے ہونے کے بعد جب بھی بلوغت کی کوئی علامت [یعنی ماہواری، احتلام یا انزال وغیرہ] ظاہر ہوجائے تو وہ بالغ ہوجاتی ہے، البتہ اگر بلوغت کی کوئی بھی علامت ظاہر نہ ہو تو ایسی صورت میں عمر کے 15 قمری سال پورے ہونے پر وہ بالغ شمار ہوگی۔

5۔ ماقبل کی تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوجاتی ہے کہ بچیوں کی قمری یعنی اسلامی تاریخِ پیدائش بھی محفوظ کرلینی چاہیے تاکہ ماقبل کی تفصیل کے مطابق اس کو آنے والے خون کے بارے میں یہ فیصلہ کرنے میں آسانی

رہے کہ یہ ماہواری ہے یا استحاضہ؟ یعنی اگر بچی کی عمر کے 9 قمری سال پورے ہونے سے پہلے یہ خون آیا ہو تو وہ استحاضہ ہوگا اور اگر عمر کے 9 قمری سال پورے ہونے کے بعد خون آیا ہو تو وہ ماہواری شمار ہوگی۔

6۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ عورت کو آنے والے خون کو ماہواری قرار دینے کی چند شرائط ہیں، یعنی کہ اس کو آنے والا ہر خون ماہواری نہیں کہلائے گا، بلکہ جب اس میں چند شرائط پائی جائیں تب جا کر اس کو ماہواری یعنی حیض سمجھا جائے گا اور اس پر ماہواری کے احکام لاگو ہوں گے۔ اس لیے زیرِ نظر تحریر میں ماہواری کی تمام شرائط ذکر کرنا مقصود نہیں، بلکہ اس کی صرف ایک شرط سے متعلق بنیادی تفصیلات ذکر کی گئی ہیں، اس لیے مزید تفصیل اور وضاحت کے لئے اہلِ علم سے رابطہ فرمائیں۔

فقہی عبارات

- الفتاوى الهندية:

وَيَتَوَقَّفُ كَوْنُهُ حَيْضًا على أُمُورٍ، منها: الْوَقْتُ وهو من تِسْعِ سِنِينَ إلَى الْإِيَاسِ، هَكَذَا في «الْبَدَائِعِ». (كِتَابُ الطَّهَارَةِ: الْبَابُ السَّادِسُ في الدِّمَاءِ الْمُخْتَصَّةِ بِالنِّسَاءِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ في الْحَيْضِ)

- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع:

فَصْلٌ: ثُمَّ الْكَلَامُ يَقَعُ في تَفْسِيرِ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَالِاسْتِحَاضَةِ وَأَحْكَامِهَا. أَمَّا الْحَيْضُ فَهُوَ في عُرْفِ الشَّرْعِ اسْمٌ لِدَمٍ خَارِجٍ من الرَّحِمِ لَا يَعْقُبُ الْوِلَادَةَ مُقَدَّرٌ بِقَدْرٍ مَعْلُومٍ في وَقْتٍ مَعْلُومٍ فَلَا بُدَّ من مَعْرِفَةِ لَوْنِ الدَّمِ وَحَالِهِ وَمَعْرِفَةِ خُرُوجِهِ وَمِقْدَارِهِ وَوَقْتِهِ ..... وَأَمَّا وَقْتُهُ فَوَقْتُهُ حين تَبْلُغُ الْمَرْأَةُ تِسْعَ سِنِينَ فَصَاعِدًا، عليه أَكْثَرُ الْمَشَايِخِ، فَلَا يَكُونُ الْمَرْئِيُّ فِيمَا دُونَهُ حَيْضًا، وإذا بَلَغَتْ تِسْعًا كان حَيْضًا إلَى أَنْ تَبْلُغَ حَدَّ الْإِيَاسِ على اخْتِلَافِ الْمَشَايِخِ في حَدِّهِ.

- الدر المختار:

(دَمٌ مِنْ رَحِمٍ) خَرَجَ الِاسْتِحَاضَةُ، وَمِنْهُ مَا تَرَاهُ صَغِيرَةٌ وَآيِسَةٌ. ...... (وَمَا تَرَاهُ) صَغِيرَةٌ دُونَ تِسْعٍ عَلَى الْمُعْتَمَدِ وَآيِسَةٌ عَلَى ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ (حَامِلٌ) وَلَوْ قَبْلَ خُرُوجِ أَكْثَرِ الْوَلَدِ (اسْتِحَاضَةٌ).

• رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: خَرَجَ الِاسْتِحَاضَةُ) أَيْ بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِالرَّحِمِ وِعَاءُ الْوَلَدِ لَا الْفَرْجُ، خِلَافًا لِمَا فِي «الْبَحْرِ» ..... (قَوْلُهُ: وَمِنْهُ) أَيْ مِنَ الِاسْتِحَاضَةِ، وَذَكَّرَ الضَّمِيرَ؛ نَظَرًا لِكَوْنِهَا دَمًا، ط. (قَوْلُهُ: صَغِيرَةٌ) هِيَ كَمَا يَأْتِي: مَنْ لَمْ تَبْلُغْ تِسْعَ سِنِينَ عَلَى الْمُعْتَمَدِ. (باب الحيض)

• *فتاویٰ ہندیہ:*

بُلُوغُ الْغُلَامِ بِالِاحْتِلَامِ أو الْإِحْبَالِ أو الْإِنْزَالِ، وَالْجَارِيَةُ بِالِاحْتِلَامِ أو الْحَيْضِ أو الْحَبَلِ كَذَا في «الْمُخْتَارِ». وَالسِّنُّ الذي يُحْكَمُ بِبُلُوغِ الْغُلَامِ وَالْجَارِيَةِ إذَا انْتَهَيَا إلَيْهِ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً عِنْدَ أبي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى وهو رِوَايَةٌ عن أبي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، وَعِنْدَ أبي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى ثَمَانِي عَشْرَةَ سَنَةً لِلْغُلَامِ وَسَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً لِلْجَارِيَةِ كَذَا في «الْكَافِي». وَأَدْنَى مُدَّةِ الْبُلُوغِ بِالِاحْتِلَامِ وَنَحْوِهِ في حَقِّ الْغُلَامِ اثْنَتَا عَشْرَةَ سَنَةً، وفي الْجَارِيَةِ تِسْعُ سِنِينَ، وَلَا يُحْكَمُ بِالْبُلُوغِ إنِ ادَّعَى وهو ما دُونَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً في الْغُلَامِ وَتِسْعِ سِنِينَ في الْجَارِيَةِ، كَذَا في «الْمَعْدِنِ».

(كتاب الحجر: الباب الثاني: الْفَصْلُ الثَّانِي في مَعْرِفَةِ حَدِّ الْبُلُوغِ)

• *الدر المختار:*

(بُلُوغُ الْغُلَامِ بِالِاحْتِلَامِ وَالْإِحْبَالِ وَالْإِنْزَالِ) وَالْأَصْلُ هُوَ الْإِنْزَالُ، (وَالْجَارِيَةِ بِالِاحْتِلَامِ وَالْحَيْضِ وَالْحَبَلِ) وَلَمْ يَذْكُرِ الْإِنْزَالَ صَرِيحًا؛ لِأَنَّهُ قَلَّمَا يُعْلَمُ مِنْهَا، (فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ فِيهِمَا) شَيْءٌ (فَحَتَّى يَتِمَّ لِكُلٍّ مِنْهُمَا خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً، بِهِ يُفْتَى)؛ لِقِصَرِ أَعْمَارِ أَهْلِ زَمَانِنَا. (وَأَدْنَى مُدَّتِهِ لَهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَلَهَا تِسْعُ سِنِينَ) هُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا فِي «أَحْكَامِ الصِّغَارِ»، (فَإِنْ رَاهَقَا) بِأَنْ بَلَغَا هَذَا السِّنَّ (فَقَالَا: بَلَغْنَا؛ صُدِّقَا إنْ لَمْ يُكَذِّبْهُمَا الظَّاهِرُ) كَذَا قَيَّدَهُ فِي «الْعِمَادِيَّةِ» وَغَيْرِهَا، فَبَعْدَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً يُشْتَرَطُ شَرْطٌ آخَرُ لِصِحَّةِ إقْرَارِهِ بِالْبُلُوغِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ بِحَالٍ يَحْتَلِمُ مِثْلُهُ، وَإِلَّا لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ، «شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ»، (وَهُمَا) حِينَئِذٍ (كَبَالِغٍ حُكْمًا) فَلَا يُقْبَلُ جُحُودُهُ الْبُلُوغَ بَعْدَ إقْرَارِهِ مَعَ احْتِمَالِ حَالِهِ فَلَا تُنْقَضُ قِسْمَتُهُ وَلَا بَيْعُهُ، وَفِي «الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ»: يُقْبَلُ

قَوْلُ الْمُرَاهِقَيْنِ: «قَدْ بَلَغْنَا» مَعَ تَفْسِيرِ كُلٍّ بِمَاذَا بَلَغَ بِلَا يَمِينٍ. وَفِي «الْخِزَانَةِ»: أَقَرَّ بِالْبُلُوغِ فَقَبْلَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً لَا تَصِحُّ الْبَيِّنَةُ، وَبَعْدَهُ تَصِحُّ اهـ (كتاب الحجر)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

12 محرم الحرام 1443ھ/21 اگست 2021

مقالہ نمبر 4:

خواتین کے لیے راہ چلنے کے آداب

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

اُن مسلمان بہنوں

کے نام

جن کے لیے

حیا اور اللہ کی رضا

ساری کائنات سے زیادہ

اہم ہے۔۔

کروڑوں رحمتیں ہوں اُن پر!!

اپنی حیا اور عِفّت کی حفاظت پر عظیم اِنعام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جب عورت پنج وقتہ نماز ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی حیا اور عِفّت کی حفاظت کرے اور (جائز کاموں میں) اپنے شوہر کی اطاعت کرے؛ تو وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔‘‘

- صحیح ابن حبان میں ہے:

٤١٦٣: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خُمُسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا: دَخَلَتْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ».

پردہ عورت کے لیے انعامِ خداوندی:

اللہ تعالیٰ نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے جو کہ عورت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے، اسی پردے میں عورت کی عزت ہے، یہی عورت کی حیا کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ جو عورت پردہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت کی بے شمار نعمتیں عطا کرتا ہے، جن میں سے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی عورت سے راضی ہو جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ایک مسلمان عورت کے لیے اس سے بڑھ کر نعمت اور خوشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے۔

عورت سراپا پردہ ہے:

سنن الترمذی میں ہے:

١١٧٣: عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «المَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَت اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”عورت سراپا پردہ ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔“

یعنی شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو اس بات پر اُبھارے کہ وہ اس عورت کو دیکھ دیکھ کر بدنظری اور دیگر گناہوں میں مبتلا ہوں۔

عورت کے لیے افضل اور بہترین جگہ:

اللہ تعالیٰ کو عورت کا پردے میں رہنا اتنا پسند ہے کہ عورت جتنا پردے میں رہتی ہے اور جتنا زیادہ اپنے آپ کو نامحرم مردوں سے چھپاتی ہے تو اتنا ہی اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے، حتی کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”عورت تو پردے کی چیز ہے، جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے۔ اور عورت اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے

کسی کونے اور پوشیدہ جگہ میں ہو۔‘‘

- صحیح ابن حبان میں ہے:

٥٥٩٩- عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَت اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ، وَأَقْرَبُ مَا تَكُونُ مِنْ رَبِّهَا إِذَا هِيَ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا».

اس حدیث شریف میں صراحت سے یہ فرمایا گیا ہے کہ عورت تو پردے کی چیز ہے اور عورت اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے کسی پوشیدہ حصے میں ہو، اس سے عورت کے لیے پردہ کرنے، پردے میں رہنے اور بلا ضرورت گھر سے نہ نکلنے کی بڑی فضیلت واہمیت معلوم ہوتی ہے۔

عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے میں شرعی احکام کی پاسداری:

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ پردہ عورت کے لیے نہایت ہی اہم ہے اور اس کے لیے گھر میں رہنا ہی اصل حکم ہے، اسی میں اللہ کی رضا ہے، البتہ شریعت نے شدید مجبوری میں عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے، لیکن یہ اجازت بھی چند شرائط کے ساتھ ہے، ان شرائط کی رعایت کرتے ہوئے عورت باہر نکل سکتی ہے، ان شرائط اور احکام کی روشنی میں شریعت عورت کو گھر سے نکلتے وقت پردے کا پابند بناتی ہے کہ وہ گھر واپس لوٹنے تک گھر سے باہر بھی پردے کے تمام احکام کی پاسداری کرے، اپنی حیا کی حفاظت کرے اور ہر اُس کام سے بچنے کا خصوصی اہتمام کرے جس سے کسی بھی قسم کی بے پردگی ہوتی ہو۔

جب عورت شرعی برقعہ پہن کر مکمل شرعی پردے کے ساتھ باہر نکلتی ہے تو اس کے لیے شریعت نے راستے میں چلنے کے بھی کچھ احکام وآداب مقرر فرمائے ہیں تاکہ راہ چلتے ہوئے عورت ان آداب واحکام کی پاسداری کرے۔ ان تمام احکام وآداب میں عورت کے لیے دنیوی اور اُخروی فائدے ہیں اور اس کی حیا اور عزت کا تحفظ ہے۔

ذیل میں عورت کے لیے راہ چلنے کے آداب واحکام بیان کیے جاتے ہیں۔

خواتین کے لیے راہ چلنے کے آداب

1۔راہ چلتے ہوئے نظر کی حفاظت:

راہ چلتے ہوئے جس طرح مرد حضرات کے لیے غیر محرم عورتوں سے نگاہ کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح یہ حکم عورتوں کے لیے بھی ہے کہ وہ غیر محرم اور اجنبی مردوں سے نگاہوں کی حفاظت کریں کیوں کہ بد نگاہی سنگین گناہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورتوں کو بھی نگاہوں کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ.

(سورۃ النور آیت:31)

ترجمہ: اور مؤمن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

بد نظری آنکھوں کا زنا ہے!

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں، ان کا زنا بد نظری ہے۔‘‘ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

٦٩٢٥: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَى مُدْرِكٌ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى، وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ».

بد نظری کا ذریعہ بننے پر لعنت کی وعید:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ’’اللہ لعنت کرے بد نظری کرنے والے پر اور اُس (عورت) پر جو اپنے آپ کو بد نظری کے لیے پیش کرے۔‘‘

- شُعَب الایمان میں ہے:

٧٣٩٩- عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ النَّاظِرَ والْمَنْظُورَ إِلَيْهِ».

نظروں کی حفاظت راستے کے حقوق میں سے ہے!

احادیث مبارکہ میں راستے کے جو حقوق بیان فرمائے گئے ہیں ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ غیر محرم سے نظروں کی حفاظت کی جائے۔ یہ حکم جس طرح مردوں کے لیے ہے اسی طرح خواتین کے لیے بھی ہے کہ وہ راہ چلتے ہوئے غیر مردوں سے اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

٥٦٨٥: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الطُّرُقَاتِ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا لَنَا بُدٌّ مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ»، قَالُوا: وَمَا حَقُّهُ؟ قَالَ: «غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ».

2۔ خواتین کے لیے راستے کی کسی ایک جانب چلنے کا حکم:

خواتین کے لیے راستے کے درمیان میں چلنے کی اجازت نہیں بلکہ احادیث کی رو سے ان کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ راستے کے دائیں یا بائیں کسی ایک جانب ہو کر چلیں، اس طرح کسی ایک طرف چلنے کے متعدد فوائد ہیں کہ اس سے راستے کے درمیان والا حصہ مردوں کے لیے خاص ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط بھی نہیں ہوتا، آمنا سامنا بھی نہیں ہوتا اور راہ چلنے والے مردوں کے لیے پریشانی بھی نہیں ہوتی بلکہ ان کو باآسانی راستہ مل جاتا ہے اور انھیں عورتوں کے کسی ایک طرف ہونے کا بھی انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ چنانچہ ''شُعَبُ الاِیمان'' میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''عورتوں کے لیے راستے کے درمیان میں چلنے کا حق نہیں۔''

اسی طرح شعب الایمان کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ مسجد کے باہر کھڑے تھے کہ راستے میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو گیا تو حضور اقدس ﷺ نے عورتوں سے فرمایا کہ: ''پیچھے ہٹو، تمھیں راستے کے درمیان میں چلنے کا حق نہیں، بلکہ تم پر لازم ہے کہ راستے کے ایک طرف ہو کر چلو۔'' چنانچہ

اس ارشاد کے نتیجے میں عورت راستے کے ایک طرف اس قدر دیوار سے لگ کر چلتی کہ دیوار میں اس کے کپڑا، چادر وغیرہ اٹک جاتا۔

٧٤٣٦: عَنْ أَبِي عَمْرِو بْنِ حِمَاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ لِلنِّسَاءِ سَرَاةُ الطَّرِيقِ» يَعْنِي وَسَطَ الطَّرِيقِ ..... وَزَادَ وَقَالَ أَبُو عَلِيٍّ الْحَسَنُ بْنُ مُكْرَمٍ: فَصَحِبْتُ أَبَا عُبَيْدٍ فِي طَرِيقِ الْجَامِعِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: يَا أَبَا عُبَيْدٍ، لَيْسَ لِلنِّسَاءِ سَرَاةُ الطَّرِيقِ؟ قَالَ: يَمْشِيَنَ فِي الْجَنَبَاتِ.

٧٤٣٧: عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِلنِّسَاءِ: «اسْتَأْخِرْنَ، لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ، عَلَيْكُنَّ حَافَّاتِ الطَّرِيقِ»، فكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ، حَتَّى إِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالشَّيْءِ يَكُونُ فِي الْجِدَارِ مِنْ لُزُومِهَا بِهِ.

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط اور رش کا ہونا ممنوع ہے، اس لیے عورتوں کو راستے میں اس طرح چلنا چاہیے کہ ان کا مردوں کے ساتھ اختلاط نہ آئے۔

مذکورہ ارشادِ نبوی سے درج ذیل تعلیمات سامنے آتی ہیں:

- خواتین راستے کے درمیان میں نہ چلیں بلکہ دائیں یا بائیں کسی ایک طرف ہو کر چلیں۔
- خواتین راستے میں مردوں کے ساتھ گُل مِل کر رش نہ بنائیں، مردوں کے درمیان میں بھی نہ چلیں اور نہ ہی باہمی اختلاط کریں بلکہ مردوں سے کسی ایک طرف اور الگ ہو کر چلیں۔
- خواتین راستے میں اس طرح نہ چلیں کہ وہ راستے کو بند کر کے راستے پر قبضہ جما لیں اور مردوں کو گزرنے کا راستہ ہی نہ ملے، بلکہ ایک قطار کی طرح یوں چلیں کہ گزرنے والوں کو مشکلات نہ ہوں۔

آجکل افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ خواتین راستے کے درمیان میں چلتی ہیں اور اس طرح چلتی ہیں کہ راستے کو بند کر لیتی ہیں کہ مردوں کے لیے گزرنے کا راستہ ہی نہیں دیتیں بلکہ بے پرواہی کے انداز میں چلتی جاتی ہیں حتی کہ انھیں ایک طرف ہونے کے لیے آواز دے کر تنبیہ کرنی پڑتی ہے، یہ کس قدر حیا کے خلاف

بات ہے کہ ایک مسلمان عورت کو آواز دینے کی ضرورت پڑ جائے!! ہماری مسلمان بہنوں کو راہ چلتے ہوئے یہ احساس ہونا چاہیے کہ وہ گھر میں نہیں بلکہ گھر سے باہر ہیں، راستے میں چل رہی ہیں، مرد حضرات اِن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان کو دیکھ کر مرد گناہوں کے مرتکب ہو جاتے ہیں، ایک مسلمان عورت کے لیے یہ نہایت ہی نازیبا کام ہیں، اس لیے راہ چلتے ہوئے ان برائیوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

3۔راہ چلتے ہوئے خاموشی اختیار کریں:

حیادار مسلمان خواتین کی حیا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ راہ چلتے ہوئے خاموش رہیں تاکہ ان کی باتوں کی وجہ سے مرد اِن کی طرف متوجہ نہ ہوں اور یہ مردوں کے لیے فتنے کا باعث نہ بنیں۔آجکل نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان خواتین راہ چلتے ہوئے باتیں کیے جاتی ہیں، گپ شپ لگاتی ہیں، حتی کہ ---اللہ معاف فرمائے---بے تکلفی کرتی ہیں، ہنسی مذاق کرتی ہیں اور قہقہے تک لگاتی ہیں، افسوس صد افسوس! کیا یہ اسلامی تعلیمات ہیں؟؟ کیا یہ حیادار مسلمان خواتین کی شان کے مناسب ہے؟ جب یہ بات معلوم بھی ہے کہ فتنے کا دور ہے، بے حیائی کا دور دورا ہے، اس کے باوجود بھی گلی کوچوں میں یہ بے شرمی کی حرکتیں ہوتی ہیں، یقیناً ان بے حیائی کی حرکتوں کی وجہ سے متعدد فتنے وجود میں آئے ہیں۔ کیا ان مسلمان خواتین سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ وہ یہ باتیں گھر جا کر کر لیا کریں، آخر راستے میں ایسی بھی کیا ضرورت پیش آجاتی ہے باتیں کرنے کی؟؟ اگر کوئی ضروری بات کرنے کی حاجت پیش آئے تو آہستہ آواز سے بقدرِ ضرورت بات کر لی جائے۔

ان تمام مسلمان بہنوں سے یہی گزارش ہے کہ اسلامی تعلیمات کو سمجھیں، ان پر عمل پیرا رہیں، اپنی حیا اور عزت کی حفاظت کریں اور ہر اس کام سے بچیں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہو۔

یقیناً اللہ تعالیٰ کی رضا ایک مسلمان خاتون کے لیے سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے!!

4۔راہ چلنے کے متفرق آداب:

- خواتین راہ چلتے ہوئے اپنی حیااور پردے کی خوب حفاظت کریں کہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ذراسی بھی بے پردگی ہوتی ہواور وہ حیا کے خلاف ہو۔
- خواتین راستے میں بے جا کھڑی ہونے سے اجتناب کریں۔
- اپنے برقعے کا خیال رکھیں۔
- اس انداز سے نہ چلیں کہ جس سے بے حیائی ظاہر ہوتی ہو۔
- بلاوجہ اِدھر اُدھر نہ دیکھیں۔
- اپنے کام سے کام رکھیں، جس ضرورت کے لیے گھر سے باہر نکلی ہیں وہ پوری ہوتے ہی فورًا گھر لوٹ آئے۔
- اپنی آواز بلند کرنے سے اجتناب کریں۔
- راستے میں دھیان اور توجہ سے چلیں تاکہ لاعلمی اور بے توجہی میں کوئی نامناسب صورتحال پیش نہ آجائے۔
- اگر کوئی بچہ ساتھ چل رہا ہواور وہ ذرا اِدھر اُدھر ہو جائے تو اسے بلانے کے لیے آواز بلند نہ کریں بلکہ از خود چل کر اس کو ساتھ لے لیں۔
- ایسا زیور نہ پہنیں جو بجتا ہو۔
- خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے اجتناب کریں، جیسا کہ سنن الترمذی میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”ہر (بدنظری کرنے والی) آنکھ زناکار ہے، اور جب کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے تو ایسی عورت زناکار ہے۔“

٢٧٨٦: عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ، وَالمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا» يَعْنِي زَانِيَةً.

ماقبل کی اس تفصیل سے خواتین کے لیے راہ چلنے کے آداب واحکام بخوبی معلوم ہو جاتے ہیں، جن پر عمل کرنے کے نتیجے میں خواتین اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتی ہیں اور اپنی حیا اور عزت کی حفاظت بھی کر سکتی ہیں، اسی طرح اس کے نتیجے میں بہت سے گناہوں اور فتنوں کا سدّ باب بھی ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمان بہنوں کو دین پر مکمل عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔

فائدہ:

اسی سے وابستہ ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ عورت کا برقعہ کیسا ہونا چاہیے؟؟ اس کے لیے بندہ کے اصلاحِ اغلاط کا سلسلہ نمبر 23 ملاحظہ فرمائیں۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

27 صفر 1441ھ/27 اکتوبر 2019

مقالہ نمبر 5:

فحاشی اور بے حیائی پھیلانے سے متعلق تنبیہ

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

فحاشی اور بے حیائی پھیلانے سے متعلق تنبیہ:

اللہ تعالیٰ سورۃ النور آیت نمبر 19 میں فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (19).

ترجمہ: ”یاد رکھو کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ (آسان ترجمہ قرآن)

مذکورہ آیت درحقیقت کائنات کی مقدس ترین خاتون سیدہ امی عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا پر لگنے والے بے بنیاد اور جھوٹے الزام والے واقعہ کے تناظر میں نازل ہوئی، اس واقعہ کو واقعہ اِفک بھی کہا جاتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے خود ان کی پاکدامنی کی گواہی دی اور اس کے بارے میں آیات نازل فرمائیں۔ مذکورہ آیت میں سیدہ امی عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگانے میں حصہ لینے والوں کے لیے وعید ہے۔

اس پسِ منظر کے بعد عرض یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں مسلمانوں میں بے حیائی اور فحاشی پھیلانے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اس جرم سے باز آجائیں کیوں کہ جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کے مرتکب ہوتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

بے حیائی پھیلائے جانے کی مروجہ صورتحال:

واضح رہے کہ مذکورہ آیت کی رو سے بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کی تمام صورتیں ناجائز اور گناہ ہیں جن سے قرآن کریم نے منع کرتے ہوئے اس جرم پر شدید تنبیہ فرمائی ہے۔ موجودہ دور کے تناظر میں اگر اس بات کو تفصیل سے بیان کیا جائے تو اس کی متعدد صورتیں بنتی نظر آتی ہیں، جیسے:

1۔ الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سوشل میڈیا سمیت تمام ذرائعِ ابلاغ کے ذریعے بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کی تمام تر صورتیں ناجائز اور ممنوع ہیں۔ آج ذرا غور تو کیا جائے کہ ویڈیوز، تصاویر اور مضامین وغیرہ

کے ذریعے بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کا ایک سیلاب بہایا جارہا ہے، حتیٰ کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ بھی یہ طوفانِ بے حیائی برپا کیا جاتا ہے، یہ شرعی اور اخلاقی اعتبار سے کس قدر نقصان دہ صورتحال ہے! اس جرم میں ملوث تمام اجتماعی اور انفرادی کرداروں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی اور اس کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

2۔ شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ:

- کسی پر زنا اور بدکاری کا الزام ہرگز نہ لگایا جائے کہ یہ ایک سنگین گناہ اور جرم ہے جس پر قذف یعنی تہمت کی سزا بھی جاری کی جاتی ہے۔
- اگر کسی کے بارے میں ایسا کوئی الزام سامنے آبھی جائے تب بھی شریعت کے احکام کے تحت مکمل تحقیق کیے بغیر اس کو ہرگز نہ پھیلایا جائے کہ یہ بھی سنگین گناہ اور جرم ہے۔
- پھر جب شرعی ثبوت کے ساتھ اس کی تحقیق ہو جائے اور جرم بھی ثابت ہو جائے اور اس خبر کو عام کرنا ضروری بھی ہو تب بھی اس خبر کو صرف اس صورت میں عام کرنے کی گنجائش ہے جب اس پر سزا دیے جانے کا امکان بھی ہو، تاکہ سزا ملنے کی صورت میں لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور اسی کے ساتھ اس بے حیائی کا سدِّ باب بھی ہو سکے، لیکن جہاں سزا ملنے کا امکان نہ ہو تو ایسی صورت میں اس خبر کو پھیلانا ممنوع اور نقصان دہ ہے کیوں کہ ایسی صورت میں جب جرم پر سزا مرتب ہی نہ ہو تو ایک تو لوگوں کے دلوں میں ایسے بے حیائی کے جرائم ہلکے ہونے لگتے ہیں اور معمولی جرم کی حیثیت اختیار کرنے لگتے ہیں۔ دوم یہ کہ ایسی خبریں لوگوں کے جنسی جذبات میں ہیجان کا سبب بنتی ہیں جس سے رونما ہونے والے فتنے محتاجِ بیان نہیں۔

اس لیے قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ ایسی بے حیائی کی خبریں ضرورت کے موقع پر صرف اس صورت میں عام کرنے کی اجازت ہے جب وہ جرم شرعی ثبوت کے ساتھ ہو اور اس پر سزا مرتب ہونے کا امکان بھی ہو، ورنہ تو ایسی خبریں پھیلانا ممنوع اور غلط ہیں۔

آجکل کی رائج افسوس ناک صورتحال پر نگاہ دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ لوگ اول تو ایسے جرائم پر مبنی

خبروں کی تحقیق ہی نہیں کرتے، بلکہ اپنے عناد، دشمنی، مخالفت یا غفلت کی وجہ سے ایسی خبریں ہاتھ لگتے ہی آگے چلتی کر دیتے ہیں، پھر ان میں اپنی طرف سے مزید جھوٹ بھی ملا دیتے ہیں تاکہ دوسروں کو بدنام کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ دوم یہ کہ اگر تحقیق کرتے بھی ہیں تو انھیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ایسے جرائم کے لیے شرعی طور پر کن باتوں کی تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے یعنی شرعی طور پر یہ جرائم کیسے ثابت ہو سکتے ہیں۔ سوم یہ کہ ایسی خبروں میں لوگ طبقات میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کو طعن و ملامت کرتے رہتے ہیں، حالاں کہ ان جرائم کی روک تھام پر تو سبھی کو یکجا ہو جانا چاہیے تاکہ معاشرہ ان سے پاک ہو سکے۔ چہارم یہ کہ جہاں ان جرائم پر سزا مرتب ہی نہیں ہوتی اور متعلقہ اداروں نے واقعی نوٹس ہی نہیں لیا تو کیوں انھیں پھیلا کر لوگوں کے دلوں میں بے حیائی کی سنگینی کم کرنے اور ان کے جنسی جذبات ابھارنے کی کوشش کی جائے!

آج لوگوں سے صحیح اور غلط کی تمیز کی فکر رخصت ہوتی جا رہی ہے، آخرت کی جوابدہی کا احساس مٹتا چلا جا رہا ہے، لوگ دوسروں کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ہیں، دوسرے کو ان کے گناہوں پر عار دلانے میں ذرا بھی خوف محسوس نہیں کرتے ہیں، اپنی حالت سے غافل ہو کر دوسروں کے عیوب تلاش کرنے اور انھیں عام کرنے میں اپنی انا کی تسکین ڈھونڈتے ہیں، لیکن جب اپنے عیوب کی باری آتی ہے تو یہی خواہش رکھتے ہیں کہ ان پر پردہ ڈالا جائے، کیا ہم یہ پردہ داری دوسروں کے لیے بھی پسند کرتے ہیں؟

کاش کہ ہم سمجھنے کی کوشش کرتے اور ہر کام سے پہلے شریعت اور آخرت مد نظر رکھتے تو کتنے فتنوں کی روک تھام اور کتنی خرابیوں کی اصلاح ہو جاتی!!

تفسیرِ معارف القرآن سے مذکورہ آیت کی تفسیر:

"اس آیت میں پھر ان لوگوں کی مذمت اور ان پر دنیا و آخرت کے عذاب کی وعید ہے جنھوں نے اس تہمت میں کسی طرح حصہ لیا۔ اس آیت میں یہ بات زیادہ ہے کہ جو لوگ ایسی خبریں مشہور کرتے ہیں گویا وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بدکاری اور فواحش پھیل جائیں۔

انسدادِ فواحش کا قرآنی نظام اور ایک اہم تدبیر جس کے نظر انداز کرنے کا نتیجہ آج کل فواحش کی کثرت ہے:

قرآن حکیم نے فواحش کے انسداد کا یہ خاص نظام بنایا ہے کہ اول تو اس قسم کی خبر کہیں مشہور نہ ہونے پاوے اور شہرت ہو تو ثبوتِ شرعی کے ساتھ ہو تاکہ اس شہرت کے ساتھ ہی مجمع عام میں حدِ زنا اس پر جاری کر کے اس شہرت ہی کو سببِ انسداد بنا دیا جائے، اور جہاں ثبوتِ شرعی نہ ہو وہاں اس طرح کی بے حیائی کی خبروں کو چلتا کر دینا اور شہرت دینا جبکہ اس کے ساتھ کوئی سزا نہیں طبعی طور پر لوگوں کے دلوں میں بے حیائی اور فواحش کی نفرت کم کر دینے اور جرائم پر اقدام کرنے اور شائع کرنے کا موجب ہوتی ہے جس کا مشاہدہ آجکل کے اخبارات میں روزانہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی خبریں ہر روز ہر اخبار میں نشر ہوتی رہتی ہیں، نوجوان مرد اور عورتیں ان کو دیکھتے رہتے ہیں، روزانہ ایسی خبروں کے سامنے آنے اور اس پر کسی خاص سزا کے مرتب نہ ہونے کا لازمی اور طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ دیکھتے دیکھتے وہ فعلِ خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے اور پھر نفس میں ہیجان پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے ایسی خبروں کی تشہیر کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے جبکہ وہ ثبوتِ شرعی کے ساتھ ہو اس کے نتیجے میں خبر کے ساتھ ہی اس بے حیائی کی ہولناک پاداش بھی دیکھنے سننے والوں کے سامنے آجائے۔ اور جہاں ثبوت اور سزا نہ ہو تو ایسی خبروں کی اشاعت کو قرآن نے مسلمانوں میں فواحش پھیلانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کاش مسلمان اس پر غور کریں۔ اس آیت میں ایسی خبریں بلا ثبوت مشہور کرنے والوں پر دنیا وآخرت دونوں میں عذابِ اَلیم ہونے کا ذکر ہے۔ آخرت کا عذاب تو ظاہر ہے کہ قیامت کے بعد ہو گا، جس کا یہاں مشاہدہ نہیں ہو سکتا، مگر دنیا کا عذاب تو مشاہدہ میں آنا چاہیے، سو جن لوگوں پر حدّ ِقذف (تہمت کی سزا) جاری کر دی گئی ان پر تو دنیا کا عذاب آہی گیا، اور اگر کوئی شخص شرائطِ اجرائے حد موجود نہ ہونے کی وجہ سے حدّ ِقذف سے بچ نکلا وہ دنیا میں بھی فی الجملہ مستحقِ عذاب تو ٹھہرا، آیت کے مصداق کے لیے یہ بھی کافی ہے۔'' (معارف القرآن تفسیر سورۃ النور آیت نمبر 19)

- **تفسیر ابو السعود:**

«إِنَّ الذين يُحِبُّونَ» أي يُريدون ويقصدُون «أَن تَشِيعَ الفاحشة» أي تنتشرَ الخَصلةُ المفرطةُ في القُبح وهي الفريةُ والرَّميُ بالزِّنا أو نفسُ الزِّنا، فالمراد بشيوعِها شيوعُ خبرِها أي يحبُّون شيوعَها ويتصدَّون مع ذلكَ لإشاعتِها، وإنَّما لم يُصرِّحْ به؛ اكتفاءً بذكرِ المحبَّةِ فإنَّها مستتبعةٌ له لا محالةَ «فِي الذين ءَامَنُواْ» متعلق بـ«تشيعَ» أي تشيعَ فيما بينَ النَّاسِ. وذكر المؤمنينَ لأنَّهم العمدةُ فيهم أو بمضمرٍ هو حالٌ من الفاحشةِ، فالموصولُ عبارةٌ عن المؤمنينَ خاصَّة أي يحبُّون أنْ تشيعَ الفاحشةُ كائنةً في حقِّ المؤمنينَ وفي شأنهم «لَهُمْ» بسبب ما ذُكر «عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى الدنيا» من الحدِّ وغيرِه ممَّا يتفقُ من البَلايا الدُّنيويةِ، ولقد ضرب رسولُ الله ﷺ عبدَ اللهِ بنَ أُبي وحسَّانًا ومِسْطَحًا حدَّ القذفِ وضربَ صفوانُ حسَّانًا ضربةً بالسَّيفِ وكُفَّ بصرُه «والأخرة» من عذابِ النَّارِ وغيرِ ذلكَ ممَّا يعلمُه الله عزَّ وجلَّ «والله يَعْلَمُ» جميعَ الأمورِ التي من جُملتِها ما في الضَّمائر من المحبَّة المذكورةِ «وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ» ما يعلمُه تعالى، بل إنَّما تعلمونَ ما ظهرَ لكم من الأقوال والأفعالِ المحسوسةِ فابنُوا أمورَكم على ما تعلمونَه وعاقبُوا في الدُّنيا على ما تشاهدونَه من الأحوالِ الظَّاهرةِ، والله سبحانَه هو المتولِّي للسَّرائرِ فيعاقبُ في الآخرةِ على ما تُكنُّه الصُّدورُ. هذا إذا جُعلَ العذابُ الأليمُ في الدُّنيا عبارةً عن حدِّ القذفِ أو منتظمًا له كما أطبقَ عليه الجمهورُ، أمَّا إذا بقي على إطلاقِه يُراد بالمحبَّةِ نفسُها من غيرِ أنْ يقارنَها التَّصدِّي للإشاعةِ وهو الأنسبُ بسياقِ النَّظمِ الكريم فيكون ترتيبُ العذابِ عليها تنبيهًا على عذاب مَن يُباشر الإشاعةَ ويتولاَّها أشدَّ وأعظمَ ويكون الاعتراضُ التذييليُّ أعني قولَه تعالى: «والله يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ» تقريرًا لثبوت العذابِ الأليمِ لهم وتعليلًا له.

- **تفسیرِ ابن کثیر:**

«إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ» (١٩): وَهَذَا تَأْدِيبٌ ثَالِثٌ لِمَنْ سَمِعَ شَيْئًا مِنَ الْكَلَامِ السَّيِّئِ، فَقَامَ بِذِهْنِهِ مِنْهُ شَيْءٌ، وَتَكَلَّمَ بِهِ، فَلَا يُكْثِرُ مِنْهُ وَيُشِيعُهُ وَيُذِيعُهُ، فَقَدْ قَالَ تَعَالَى: «إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ

الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا» أَيْ: يَخْتَارُونَ ظُهُورَ الْكَلَامِ عَنْهُمْ بِالْقَبِيحِ، «لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا» أَيْ: بِالْحَدِّ، وَفِي الْآخِرَةِ بِالْعَذَابِ، «وَاللهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ» أَيْ: فَرُدُّوا الْأُمُورَ إِلَيْهِ تَرْشُدُوا. وَقَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ: حَدَّثَنَا مَيْمُونُ بْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ الْمَرَئِيّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبّاد الْمَخْزُومِيُّ عَنْ ثَوْبَان، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُؤذوا عِبادَ اللهِ وَلَا تُعيِّروهم، ولا تطلبوا عَوَرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ طَلَبَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ طَلَبَ اللهُ عَوْرَتَهُ، حَتَّى يَفْضَحَهُ فِي بَيْتِهِ».

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
6ذوالقعدہ1442ھ/17جون2021

مقالہ نمبر6:

چھپکلی اور گرگٹ کو قتل کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

چھپکلی(Lizard)اور گرگٹ(Chameleon)کو قتل کرنے کا حکم:

گرگٹ ایک زہریلا جانور ہے جو کہ عموماً جنگلوں میں پایا جاتا ہے اور جس جگہ بیٹھتا ہے اسی کا رنگ اختیار کرلیتا ہے، اور چھپکلی بھی اسی کی جنس سے ایک زہریلا جانور ہے جو کہ آبادی میں رہتی ہے، گویا کہ دونوں کی جنس ایک ہی ہے البتہ گرگٹ چھپکلی کے مقابلے میں ذرا بڑا ہوتا ہے۔

متعدد احادیث میں گرگٹ اور چھپکلی دونوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ ان کو قتل کرنے پر اجر وثواب بھی بیان کیا گیا ہے۔واضح رہے کہ احادیث میں ''وَزَغ'' کا لفظ آیا ہے جو کہ گرگٹ اور چھپکلی دونوں کو شامل ہے۔ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے:

احادیث مبارکہ:

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے گرگٹ (اور چھپکلی) کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے فاسق جانور قرار دیا ہے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٥٩٨١- عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا.

گرگٹ اور چھپکلی کو فاسق اس لیے قرار دیا کہ یہ زہریلے اور موذی یعنی ایذا اور ضرر دینے والے جانور ہیں۔

2۔ حضرت اُمّ شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے گرگٹ (اور چھپکلی) کو قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو پھونک مار کر بھڑکا رہا تھا۔

- صحیح بخاری میں ہے:

٣٣٥٩- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أُمِّ شَرِيكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ: «كَانَ يَنْفُخُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامِ».

3۔ امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئی تو وہاں اس نے

ایک نیزہ دیکھا تو پوچھا کہ یہ نیزہ یہاں کیسے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم اس کے ذریعے گرگٹ کو قتل کرتے ہیں۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس ﷺ کی ایک حدیث سنائی کہ: ’’جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو تمام جانور اس کو بجھانے کی کوشش کر رہے تھے جبکہ یہ گرگٹ پھونک مار کر آگ کو مزید بھڑکانے میں لگا تھا۔‘‘

- مسند احمد میں ہے:

٢٥٨٢٧- عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ امْرَأَةً دَخَلَتْ عَلَى عَائِشَةَ فَإِذَا رُمْحٌ مَنْصُوبٌ، فَقَالَتْ: مَا هَذَا الرُّمْحُ؟ فَقَالَتْ: نَقْتُلُ بِهِ الْأَوْزَاغَ، ثُمَّ حَدَّثَتْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: «أَنَّ إِبْرَاهِيمَ لَمَّا أُلْقِيَ فِي النَّارِ جَعَلَتِ الدَّوَابُّ كُلُّهَا تُطْفِئُ عَنْهُ، إِلَّا الْوَزَغَ فَإِنَّهُ جَعَلَ يَنْفُخُهَا عَلَيْهِ».

ان دو روایات میں گرگٹ (اور چھپکلی) کو مارنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو یہ اپنی طبعی خباثت کی وجہ سے پھونک مار کر آگ کو مزید بھڑکانے کی کوشش کر رہا تھا۔

4۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس نے گرگٹ (اور چھپکلی) کو پہلی ضرب میں قتل کر دیا تو اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور دوسری ضرب میں قتل کرنے کی صورت میں اس سے کم نیکیاں، جبکہ تیسری ضرب میں قتل کرنے کی صورت میں اس سے بھی کم نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔‘‘

- صحیح مسلم میں ہے:

٥٩٨٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ زَكَرِيَّاءَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ كُلُّهُمْ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَى حَدِيثِ خَالِدٍ عَنْ سُهَيْلٍ، إِلَّا جَرِيرًا وَحْدَهُ فَإِنَّ فِي حَدِيثِهِ: «مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ

حَسَنَةٍ، وَفِي الثَّانِيَةِ دُونَ ذَلِكَ، وَفِي الثَّالِثَةِ دُونَ ذَلِكَ».

پہلی ضرب ہی میں قتل کرنے کا اجر وثواب زیادہ قرار دینے سے مقصود ایک تو یہ ہے کہ چھپکلی اور گرگٹ کو قتل کرنے میں رغبت اور اہتمام کا مظاہرہ کیا جائے تاکہ یہ فضیلت ہاتھ سے نہ چھوٹے، دوم یہ کہ انھیں تڑپا تڑپا کر نہیں مارنا چاہیے، بلکہ ایسی ضرب سے قتل کرنا چاہیے کہ سانس فوری طور پر نکل سکے۔

- حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ میں ہے:

قَالُوا: إِنَّمَا أَمَرَ بِقَتْلِهَا؛ لِكَوْنِهَا مِنَ الْمُؤْذِيَاتِ، وَزِيَادَةُ الْحَسَنَاتِ فِي قَتْلِهَا بِالضَّرْبَةِ الْأُولَى؛ لِلْحَثِّ عَلَى الْمُبَادَرَةِ بِقَتْلِهَا وَالِاعْتِنَاءِ بِهِ؛ فَإِنَّهَا رُبَّمَا تَفْلِتُ فَيَفُوتُ قَتْلُهَا. وَاخْتِلَافُ الرِّوَايَتَيْنِ فِي الضَّرْبَةِ الْأُولَى لَعَلَّهُ بِنَاءٌ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ أَوَّلًا بِسَبْعِينَ ثُمَّ تَصَدَّقَ اللهُ تَعَالَى بِالزِّيَادَةِ فَأَخْبَرَ بِهَا ثَانِيًا. (باب قَتْلِ الْوَزَغِ)

”وَزَغ“ چھپکلی اور گرگٹ دونوں کو کہا جاتا ہے:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مذکورہ بالا احادیث میں جو قتل کرنے کا حکم اور اس کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے یہ صرف گرگٹ کے لیے ہے، چھپکلی اس میں داخل نہیں۔ واضح رہے کہ یہ غلط فہمی ہے کیوں کہ امت کے متعدد حضرات اہلِ علم نے اس بات کا صراحت سے ذکر فرمایا ہے کہ مذکورہ بالا احادیث میں جو قتل کرنے کا حکم اور اس کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے یہ گرگٹ اور چھپکلی دونوں کو شامل ہے، اس لیے دونوں کو قتل کرنے کا حکم ہے اور ان کو قتل کرنے پر اجر وثواب بھی۔ دیکھیے: فتاویٰ محمودیہ 278/18۔

- شرح النووی لصحیح الامام مسلم میں ہے:

قَالَ أَهْل اللُّغَة: الْوَزَغ وَسَامُّ أَبْرَص جِنْس، فَسَامّ أَبْرَص هُوَ كِبَاره، وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ الْوَزَغ مِنَ الْحَشَرَات الْمُؤْذِيَات، وَجَمْعه: أَوْزَاغ وَوِزْغَان، وَأَمَرَ النَّبِيّ ﷺ بِقَتْلِهِ، وَحَثّ عَلَيْهِ، وَرَغَّبَ فِيهِ؛ لِكَوْنِهِ مِنَ الْمُؤْذِيَات. (باب استحباب قتل الوزغ)

- فتح الباری میں ہے:

والوزغات بالفتح جمع وزغة وهي بالفتح أيضا .... ويقال لكبارها: سام أبرص وهو بتشديد الميم. (قوله: باب قول الله تعالى: واتخذ الله إبراهيم خليلا)

- مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ» بِوَاوٍ مَفْتُوحَةٍ وَزَايٍ كَذَلِكَ وَبِمُعْجَمَةٍ، وَاحِدُهَا: وَزَغَةٌ، وَهِيَ دُوَيْبَةٌ مُؤْذِيَةٌ، وَسَامُّ أَبْرَصَ كَبِيرُهَا، ذَكَرَهُ ابْنُ الْمَلَكِ، وَفِي «النِّهَايَةِ»: الْوَزَغُ جَمْعُ وَزَغَةٍ بِالتَّحْرِيكِ وَهِيَ الَّتِي يُقَالُ لَهَا: سَامُّ أَبْرَصَ. (باب ما يحل أكله وما يحرم أكله)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

13 ربیع الاوّل 1441ھ/11 نومبر 2019

مقالہ نمبر 7:

چاند کے باریک یا موٹا ہونے پر تاریخ کا دارومدار رکھنے کی حقیقت

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

چاند کے باریک یا موٹا ہونے پر تاریخ کا دار و مدار رکھنے کی حقیقت:

آجکل ایک بڑی غلط فہمی یہ بھی عام ہے کہ بہت سے لوگ جب پہلی تاریخ کے چاند کو ذرا موٹا اور بڑا دیکھتے ہیں تو جھٹ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کا سائز بتا رہا ہے کہ یہ تو دوسری رات کا چاند ہے یعنی یہ تو دوسری تاریخ کا چاند ہے، جس کی وجہ سے پھر ماہِ رمضان اور عید الفطر کے چاند سے متعلق یہ غلط فہمی پھیلاتے ہیں کہ ملک کی سرکاری رؤیتِ ہلال کمیٹی کا اعلان غلط تھا کیوں کہ ہم نے خود دیکھا ہے کہ چاند بڑا اور موٹا تھا، جس کا مطلب یہی ہے کہ رمضان کا ایک روزہ چھوٹ گیا ہے یا عید الفطر کے اعلان میں غلطی ہوگئی ہے۔ عوام میں اس طرح کی متعدد باتیں عام ہیں۔

ایسے لوگوں کی اس تمام تر غلطی کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ چاند کی تاریخ کا دار و مدار محض چاند کے چھوٹے یا بڑے ہونے پر رکھتے ہیں کہ اگر چاند باریک نظر آیا تو سمجھتے ہیں کہ پہلی رات کا چاند ہے، لیکن اگر ذرا موٹا اور بڑا نظر آیا تو سمجھتے ہیں کہ یہ دوسری رات کا چاند ہے۔

واضح رہے کہ محض چاند کے باریک یا موٹے ہونے کی بنیاد پر چاند کی تاریخ کی تعیین کرنا شرعی اور فلکیاتی رو سے درست نہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے تحقیق ذکر کرتے ہیں۔

احادیث کی رو سے تحقیق

پہلی رات کا چاند ذرا بڑا دکھائی دینا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے:

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ پہلی رات کا چاند ذرا بڑا دکھائی دے گا، حتی کہ چاند پہلی رات کا ہوگا لیکن کہا جائے گا کہ یہ دوسری رات کا ہے۔‘‘

- الْمُعْجَمُ الصَّغِيْرُ لِلطَّبْرَانِيِّ:

٨٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَزْرَقِ الأَنْطَاكِيُّ، بِأَنْطَاكِيَةَ: حَدَّثَنَا أَبِي:

حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مِن اقْتِرَابِ السَّاعَةِ انْتِفَاخُ الأَهِلَّةِ، وَأَنْ يُرَى الْهِلالُ لِلَيْلَةٍ فَيُقَالُ: هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ».

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٣٨٧٠٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ قَالَ: مِن اقْتِرَابِ السَّاعَةِ انْتِفَاخُ الأَهِلَّةُ.

٣٨٧٠٨- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ ذُرَيْحٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مِن اقْتِرَابِ السَّاعَةِ أَنْ يُرَى الْهِلَالُ قَبَلًا فَيُقَالُ: ابْنُ لَيْلَتَيْنِ».

- السنن الواردة في الفتن وغوائلها والساعة وأشراطها:

٣٩٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّبَعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ مَسْرُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مِسْكِينٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِنْجِرٍ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مِنْهَالٍ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ عَاصِمِ ابْنِ بَهْدَلَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مِن اقْتِرَابِ السَّاعَةِ أَنْ يُرَى الْهِلَالُ ابْنُ لَيْلَةٍ كَأَنَّهُ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ».

ایسی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب پہلی رات کا چاند ذرا بڑا دکھائی دے گا جس کی وجہ سے لوگ اسے دوسری رات کا سمجھیں گے، حالاں کہ وہ پہلی رات ہی کا چاند ہوگا۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ محض چاند کے باریک یا بڑا ہونے پر تاریخ کی تعیین کا دار و مدار رکھنا ہرگز درست نہیں۔

2۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے چاند کے بارے میں لوگوں کے اختلاف کا ذکر کیا گیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تیسری رات کا چاند ہے جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دوسری رات کا ہے، تو انھوں نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’یقینا اللہ تعالیٰ نے اس چاند کو رؤیت کے لیے لمبا کر دیا ہے، سو وہ اسی رات کا ہے جس میں تم نے دیکھا ہے۔‘‘

- صحیح مسلم:

٢٥٨١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ -قَالَ- تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ. وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ. قَالَ: فَلَقِينَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا: إِنَّا رَأَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ، وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ. فَقَالَ: أَيَّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ؟ قَالَ: فَقُلْنَا: لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا. فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةِ رَأَيْتُمُوهُ».

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاند کو قابل رؤیت بنانے کے لیے ذرا لمبا اور موٹا کر دیتے ہیں تاکہ وہ دکھائی دے سکے، سو عموماً وہ اسی رات کا چاند ہوتا ہے جس رات میں اسے دیکھا ہوتا ہے۔ اس لیے محض چاند کے باریک یا بڑا ہونے سے تاریخ کی تعیین نہیں جاسکتی۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب اور عنوان قائم فرمایا ہے کہ:

باب بَيَانِ أَنَّهُ لَا اعْتِبَارَ بِكِبَرِ الْهِلَالِ وَصِغَرِهِ وَأَنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَإِنْ غُمَّ فَلْيُكَمَّلْ ثَلَاثُونَ.

یعنی اس بات کا بیان کہ چاند کے بڑے یا چھوٹے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے چاند کو رؤیت کے لیے لمبا اور موٹا کر دیا ہے۔

فلکیاتی رو سے تحقیق

جس طرح محض چاند کے باریک اور موٹا ہونے پر تاریخ کی تعیین کا مدار رکھنا احادیث کی رو سے درست نہیں اسی طرح فلکیاتی رو سے بھی یہ درست نہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے چند بنیادی باتیں ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ ماہرین فلکیات کے مطابق جب مہینہ انتیس کا ہو تو اگلے مہینے کا چاند باریک ہوتا ہے اور اگر مہینہ تیس کا ہو تو اگلے مہینے کا چاند اس کے مقابلے میں ذرا موٹا ہوتا ہے۔ اس لیے جب چاند تیس تاریخ کے بعد نظر آئے گا تو وہ ذرا بڑا اور موٹا ہو گا، اس لیے اس کو دیکھ کر یہ شبہ درست نہیں کہ یہ دوسری رات کا چاند ہے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن

ہے کہ مسلسل چار مہینے انتیس دنوں کے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مسلسل چار مہینے تیس دنوں کے ہوں، تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر متعدد مہینے مسلسل تیس دنوں کے ہوں تو ان کے بعد نظر آنے والا چاند اتنا ہی موٹا ہو گا، گویا کہ محض چاند کے باریک یا بڑا ہونے پر تاریخ کا دار و مدار رکھنا ہر گز درست نہیں۔

2۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مطلع کے اختلاف اور تبدیلی سے بھی چاند کے سائز میں فرق آجاتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ نئے چاند کو اپنی ولادت کے بعد قابل رؤیت ہونے کے لیے ایک مخصوص عمر درکار ہوتی ہے کہ اس عمر تک پہنچنے سے پہلے وہ نظر نہیں آسکتا، جب اس کی ولادت کے بعد مقررہ گھنٹے یا وقت گزر جاتا ہے تو اس کے بعد چاند دکھائی دینے کے قابل ہو جاتا ہے، جیسے کہ ایک ملک میں سورج کے غروب ہونے کے وقت چاند کی عمر 14 گھنٹے تھی تو وہ نظر نہیں آیا کیوں کہ اس کے قابل رؤیت ہونے کی عمر پوری نہیں ہوئی تھی، اس لیے اگلے دن اس ملک میں تیس تاریخ ہو گی، لیکن دو گھنٹے بعد جب دوسرے ملک میں سورج غروب ہو رہا تھا تو اس وقت چاند کی 16 گھنٹے عمر مکمل ہو چکی تھی اور وہ قابل رؤیت ہو چکا تھا تو اس ملک میں چاند نظر آگیا، اس لیے ان کا مہینہ شروع ہو گیا۔ اب جب اگلے دن پہلے ملک میں سورج غروب ہونے کے بعد پہلی رات کا چاند نظر آئے گا تو ظاہر ہے کہ وہ ذرا موٹا اور بڑا ہو گا کیوں کہ اس کی عمر 36 گھنٹے ہو چکی ہو گی اور 36 گھنٹے والی عمر کا چاند 16 گھنٹے والی عمر کے چاند کے مقابلے میں بڑا ہی ہو گا۔ گویا کہ بسا اوقات چاند کا بڑا دکھائی دینا اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہو چکی ہوتی ہے اور وہ دوسرے ملک میں زیادہ عمر گزر جانے کی وجہ سے بڑا اور موٹا دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے محض چاند کے باریک یا بڑا ہونے پر تاریخ کا دار و مدار رکھنا ہر گز درست نہیں۔

حاصلِ کلام:

محض چاند کے باریک یا موٹا ہونے پر تاریخ کا دار مدار رکھنا یا تاریخ کی تعیین کرنا شرعی اور فلکیاتی رو سے درست نہیں، کیوں کہ چاند کے موٹا اور باریک ہونے کی متعدد وجوہات ہوتی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ محض چاند کے باریک یا موٹا ہونے کی وجہ سے حکومت کی مقرر کردہ رؤیت ہلال کمیٹی کے صحیح فیصلے کو

غلط قرار دے دیتے ہیں تو وہ غلطی کا شکار ہیں، انھیں اپنے نظریے اور رویے کی اصلاح کرنی چاہیے۔

فائدہ: اس کی مزید تفصیل کے لیے حضرت مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم کی کتاب ’’پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

29 شعبان المعظم 1442ھ/13 اپریل 2021

مقالہ نمبر 8:

قبر اور برزخ میں روح کا اِعادہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

قبر اور برزخ میں روح کا اِعادہ:

جب انسان کی روح نکل جاتی ہے اور اسے موت آجاتی ہے تو وہ فورًا برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے، چاہے وہ ہمارے سامنے رکھا ہوا ہو یا اس کے اعضا اور ذرات جہاں کہیں بھی ہوں۔ پھر جب اسے قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو وہ قبر میں بھی ہوتا ہے اور برزخ میں بھی، کیوں کہ برزخ زمانے کا نام ہے جبکہ قبر مکان کا، اور دونوں میں کوئی بھی ٹکراؤ نہیں۔

اہل ُالسنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ قبر اور برزخ میں انسان کے دنیوی جسم کی طرف روح کا اعادہ ہوتا ہے، یعنی روح لوٹا دی جاتی ہے، اس کو اعادۂ روح کہتے ہیں، یہ صحیح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ البتہ بعض کے نزدیک اس اعادۂ روح کا مطلب باقاعدہ روح کا جسم میں داخل ہو جانا ہے جبکہ جمہور کے نزدیک اس اعادۂ روح کا مطلب روح کا اپنے جسم کے ساتھ تعلق اور اتصال قائم ہو جانا ہے کہ برزخ میں روح اور جسم کا باہمی تعلق قائم کر دیا جاتا ہے جو کہ تا قیامت قائم رہتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے یوں بھی تعبیر کیا گیا ہے کہ قبر میں سوال وجواب کے وقت روح لوٹا دی جاتی ہے، پھر اس کے بعد روح کا جسم کے ساتھ ایک تعلق قائم کر دیا جاتا ہے جو کہ تا قیامت باقی رہتا ہے۔

واضح رہے کہ عالمِ برزخ میں روح کا اپنے جسم اور جسم کے ذرات کے ساتھ جو تعلق ہوتا ہے اسی کو برزخی حیات یا قبر کی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ برزخی حیات ہر مسلمان بلکہ ایک کافر اور مشرک کو بھی حاصل ہوتی ہے، اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے، البتہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور شہدائے عظام کو برزخ میں خصوصی حیات حاصل ہوتی ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

زیرِ نظر تحریر میں صرف یہ ذکر کرنا مقصود ہے کہ بعض لوگ قبر میں روح کے اعادہ کے منکر ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ حدیث سے ثابت نہیں، اس لیے ذیل میں اس کا ثبوت ذکر کیا جاتا ہے جس سے یہ بات بخوبی واضح ہو سکے گی کہ قبر میں روح کا اعادہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، اس لیے اس کا انکار کرنا گمراہی ہی ہے۔

حدیث سے اعادۂ روح کا ثبوت:

ذیل میں اعادۂ روح سے متعلق حدیث ملاحظہ فرمائیں:

1۔ "سنن ابی داود" میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ: "وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ" یعنی اس کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، پھر اس سے سوال وجواب ہوتے ہیں۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

٤٧٥٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح: وَحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ -وَهَذَا لَفْظُ هَنَّادٍ- عَنِ الأَعْمَشِ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرُ وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ فِي الأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا -زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ هَا هُنَا- وَقَالَ: «وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ حِينَ يُقَالُ لَهُ: يَا هَذَا، مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا دِينُكَ؟ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟». قَالَ هَنَّادٌ: قَالَ: «وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللهُ. فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِي الإِسْلَامُ. فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ قَالَ: فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. فَيَقُولَانِ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ». زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ: «فَذَلِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: (يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا)» الآيَةَ. ثُمَّ اتَّفَقَا قَالَ: «فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ قَدْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ». قَالَ: «فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا». قَالَ: «وَيُفْتَحُ لَهُ فِيهَا مَدَّ بَصَرِهِ». قَالَ: «وَإِنَّ الْكَافِرِ». فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ: «وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ: مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي. فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي. فَيَقُولَانِ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي. فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ كَذَبَ فَأَفْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ». قَالَ:

«فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا». قَالَ: «وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ». زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ قَالَ: «ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ أَعْمَى أَبْكَمُ مَعَهُ مِرْزَبَّةٌ مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا». قَالَ: «فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تُرَابًا». قَالَ: «ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ».

2۔ *مذکورہ حدیث ''مسند احمد'' میں بھی موجود ہے جس میں مؤمن اور کافر دونوں کے لیے* ''فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ'' *کے الفاظ مذکور ہیں یعنی اس مؤمن اور کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، پھر اس سے سوال وجواب ہوتے ہیں:*

١٨٥٣٤- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ وَكَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرَ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَحَنُوطٌ مِنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَجْلِسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ .... حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَيَقُولُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: اكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى، قَالَ: فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَيَقُولَانِ لَهُ: وَمَا عِلْمُك ..... وَإِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ ..... فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي....» الحديث

3۔ مذکورہ حدیث "مسند ابی داود الطیالسی"میں بھی موجود ہے جس میں مؤمن اور کافر دونوں کے جسم میں روح لوٹانے اور پھر ان سے سوال وجواب ہونے کا ذکر ہے:

٧٨٩- حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ سَمِعَهُ مِنَ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، وَحَدِيثُ أَبِي عَوَانَةَ أَتَمُّهُمَا، قَالَ الْبَرَاءُ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرُ، قَالَ عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ: وُقَّعٌ، وَلَمْ يَقُلْهُ أَبُو عَوَانَةَ، فَجَعَلَ يَرْفَعُ بَصَرَهُ وَيَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ وَيَخْفِضُ بَصَرَهُ وَيَنْظُرُ إِلَى الأَرْضِ ثُمَّ قَالَ: «أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» قَالَهَا مِرَارًا، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي قُبُلٍ مِنَ الآخِرَةِ وَانْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا جَاءَهُ مَلَكٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَيَقُولُ: اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللهِ وَرِضْوَانٍ فَتَخْرُجُ نَفْسُهُ وَتَسِيلُ كَمَا يَسِيلُ قَطْرُ السِّقَاءِ ..... فَيُرَدُّ إِلَى الأَرْضِ وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ شَدِيدَا الانْتِهَارِ فَيَنْتَهِرَانِهِ وَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولاَنِ: مَنْ رَبُّكَ ؟ وَمَا دِينُكَ؟ ..... قَال: وَإِنْ كَانَ فَاجِرًا فَكَانَ فِي قُبُلٍ مِنَ الآخِرَةِ وَانْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا جَاءَهُ مَلَكٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ: اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ .... فَيُرْمَى بِهِ مِنَ السَّمَاءِ ...... وَيُعَادُ إِلَى الأَرْضِ وَتُعَادُ فِيهِ رُوحُهُ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ شَدِيدَا الانْتِهَارِ فَيَنْتَهِرَانِهِ وَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولاَنِ مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ : لَا أَدْرِي فَيَقُولاَنِ: فَمَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَلَا يَهْتَدِي لاِسْمِهِ، فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ ذَاكَ، قَالَ: فَيُقَالَ: لَا دَرَيْتَ ..... فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا الْخَلَائِقُ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ، ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ فَيَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أُخْرَى.

4۔ مذکورہ حدیث "شعب الایمان للبیہقی"میں بھی موجود ہے جس میں مؤمن اور کافر دونوں کے جسم میں روح لوٹانے اور پھر ان سے سوال وجواب ہونے کا ذکر ہے:

٣٩٠- أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ الْأَصْبَهَانِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ

زِيَادٍ الْبَصْرِيُّ بِمَكَّةَ: حدثنا سَعْدَانُ بْنُ نَصْرٍ: حدثنا أَبُو مُعَاوِيَةَ الضَّرِيرُ: حدثنا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ أَبِي عُمَرَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمَّا يُلْحَدْ قَالَ: فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّ عَلَى رُؤسِنَا الطَّيْرَ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ قَالَ: فَرَفَعَ رَأْسَهُ وَقَالَ: «اسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّ الرَّجُلَ الْمُؤْمِنَ ..... فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: اكْتُبُوا عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ، وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ، وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ: مَنْ رَبُّكَ؟ ..... وَأَمَا الْعَبْدُ الْكَافِرُ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا، وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ ..... وَأَعِيدُوه إِلَى الْأَرْضِ فَإِنَّا مِنْهَا خَلَقْنَاهُمْ، وَفِيهَا نُعِيدُهُمْ، وَمِنْهَا نُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى. قَالَ: فَتُطْرَحُ رُوحُهُ طَرْحًا ...... ثُمَّ تُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟» الحديث. قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ.

5۔مذکورہ حدیث ''مستدرک حاکم''میں بھی مذکورہ ہے جس میں مؤمن کے لیے ''فَتُرَدُّ رُوحُهُ إِلَى جَسَدِهِ'' جبکہ کافر کے لیے ''فَيُرْمَى بِرُوحِهِ حَتَّى تَقَعَ فِي جَسَدِهِ'' کے الفاظ موجود ہیں جن سے روح لوٹائے جانے کا ثبوت ہوتا ہے۔ دیکھیے: كِتَابُ الْإِيمَانِ.

حدیث کی توثیق:

مذکورہ حدیث بالکل صحیح اور معتبر ہیں، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اس لیے اس سے استدلال کرنا بالکل درست ہے۔ اطمینان کے لیے ذیل میں چند محدثین کرام کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں:

1۔امام محدث ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع الزوائد''میں ''مسند احمد''کی روایت کردہ حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ: اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں:

رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ. (بَابُ السُّؤَالِ فِي الْقَبْرِ)

2۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''شعب الایمان'' میں مذکورہ حدیث ذکر کرکے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:
قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ. حدیث ماقبل میں گزر چکی ہے۔
3۔ امام احمد البوصیری رحمہ اللہ نے ''اتحاف الخیرۃ المہرۃ'' میں ''مسند ابی داود الطیالیسی'' کی روایت کردہ حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ بِسَنَدِ الصَّحِيحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ ثَابِتٍ بِهِ وَعَنْ أَبِي عُوَانَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنِ الْمِنْهَالِ بِهِ. (باب قبض روح المؤمن والكافر)
4۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ''مستدرک حاکم'' میں مذکورہ حدیث کے بارے میں فرمایا کہ: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ اور اس حدیث میں اہل السنۃ کے لیے بہت سے فوائد جبکہ اہلِ بدعت کے عقائد کی بیخ کنی ہے:
۱۱۱- فَحدثنا أَبُو سَعِيدٍ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَنْصُورٍ الْعَدْلُ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَضْلِ الْبَجَلِيُّ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو الأَزْدِيُّ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ، فَذَكَرَ حَدِيثَ الْقَبْرِ بِطُولِهِ.

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، فَقَدِ احْتَجَّا جَمِيعًا بِالْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو وَزَاذَانَ أَبِي عُمَرَ الْكِنْدِيِّ. وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ فَوَائِدُ كَثِيرَةٌ لأَهْلِ السُّنَّةِ وَقَمْعٌ لِلْمُبْتَدِعَةِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِطُولِهِ.

5۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ''اجتماع الجیوش الاسلامیہ'' میں مسند احمد کی روایت ذکر کرکے فرمایا کہ: یہ حدیث صحیح ہے جس کو حفاظ محدثین کی ایک بڑی جماعت نے صحیح قرار دیا ہے:
وروى الإمام أحمد أيضًا في «مسنده» من حديث البراء بن عازب ...... وهو حديث صحيح، صحَّحه جماعة من الحفاظ. (فصل في أن ملاك النجاة والسعادة والفوز بتحقيق التوحيدين)

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ''کتاب الروح'' میں قبر میں روح کے اعادے کا عنوان قائم کرکے اس کو

ثابت بھی کیا اور پھر مذکورہ حدیث سے متعلق تفصیلی بحث کر کے فرمایا ہے کہ: یہ حدیث کسی شک وشبہ کے بغیر صحیح ہے:

فَالْحَدِيث صَحِيح لَا شكّ فِيهِ.

(الْمَسْأَلَة السَّادِسَة وَهِي أَن الرّوح هَل تُعَاد إِلَى الْمَيِّت فِي قَبره وَقت السُّؤَال أم لا؟)

6۔امام منذری رحمہ اللہ نے ”الترغیب والترہیب“ میں فرمایا ہے کہ: امام احمد نے اس حدیث کو ایسے راویوں سے روایت کیا ہے جو کہ صحیح بخاری میں قابل استدلال ہیں یعنی ان سے صحیح بخاری میں بھی احادیث لی گئی ہیں:

.... ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ. رواه أبو داود، ورواه أحمد بإسناد رواتُهُ محتجٌّ بهم في «الصحيح».

(الترهيب من المرور بقبور الظالمين وديارهم ومصارعهم)

مذکورہ محدثین کرام کے علاوہ بھی دیگر اکابرِ امت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، بلکہ اس کے راوی صحیح بخاری ہی کے راوی ہیں جس سے ان کی ثقاہت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور اس حدیث کو اہل السنۃ والجماعۃ نے قبول کیا ہے اور اسی کے موافق قبر میں روح لوٹائے جانے کا عقیدہ بھی قائم کیا ہے۔

فائدہ: قبر اور برزخ کی زندگی کی تفصیل کے لیے بندہ کا رسالہ ”موت، قبر اور برزخ سے متعلق بنیادی عقائد“ ملاحظہ فرمائیں۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

19 رجب المرجب 1442ھ/ 4 مارچ 2021

مقالہ نمبر 9:

تحریر، ویڈیو اور آڈیو پھیلانے سے متعلق دینی تعلیمات

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

دین اسلام کی مکمل پیروی واجب ہے:

ایک مؤمن کے لیے نظریاتی اور عملی طور پر دین اسلام کی مکمل پیروی واجب ہے، اور کامل اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات پر مکمل عمل پیرا ہوتے ہوئے اُن تمام نظریات اور اعمال سے برأت کا اعلان کیا جائے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم اور ان کے خلاف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دینی تعلیمات کے ساتھ ساتھ غیر شرعی امور کی کسی بھی درجے میں رعایت اللہ کے ہاں ہر گز قبول نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورتِ بقرہ آیت نمبر 208 میں فرمایا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ.

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، یقین جانو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“(آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت کے شانِ نزول اور پسِ منظر پر بھی غور کر لیا جائے تو مزید بات واضح ہو گی کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ علمائے یہود میں سے تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے سوچا کہ یہودی دین میں ہفتے کی تعظیم ضروری ہے اور اونٹ کا گوشت ممنوع ہے جبکہ اسلام میں ہفتے کے دن کی بے تعظیمی واجب نہیں اور اونٹ کا گوشت کھانا بھی واجب نہیں تو اگر میں ہفتے کے دن کی تعظیم کر لیا کروں اور اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دوں تو دینِ محمدی کے ساتھ ساتھ یہودی دین پر بھی عمل ہو جائے گا، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں فرمایا کہ: ”اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، یقین جانو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ جس سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اس خیال کی تردید فرمائی اور یہ واضح فرما دیا کہ دین اسلام کی مکمل پیروی واجب ہے، اس کے ساتھ ساتھ اُن تمام نظریات اور اعمال سے بالکلیہ برأت ضروری ہے جو کسی بھی درجے میں اسلامی تعلیمات سے متصادم اور ان کے خلاف ہوں۔ اس لیے مؤمن کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کی مکمل پیروی کرے۔

مؤمن ہر حال میں پابندِ شریعت ہے:

مسلمان زندگی کے ہر قدم، ہر مرحلے، ہر شعبے، اپنے ہر قول، ہر فعل، ہر کردار، خیالات، جذبات، نظریات، رویے اور ہر حال میں دینی تعلیمات کا پابند ہے، اس کے شب و روز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی غلامی اور پیروی میں بسر ہوتے ہیں، اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رضا دنیا کی ہر چیز سے مقدم اور اہم ہوتی ہے، وہ ہر اُس عمل سے اجتناب کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذرہ سی بھی ناراضگی کا سبب بنے۔ یہی اس کے دنیا میں آنے کا مقصد ہے اور اسی میں اس کی دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

سوشل میڈیا سے وابستگی میں مؤمن کی شدتِ احتیاط:

یہی وجہ ہے کہ مسلمان اگر سوشل میڈیا اور ذرائعِ ابلاغ و معلومات سے وابستہ ہوتا ہے تو اس میں بھی وہ دینی تعلیمات کی پیروی سے روگردانی نہیں کرتا، بلکہ ہر لمحہ اُسے یہ احساس دامن گیر رہتا ہے کہ میرا ہر عمل اُس خبیر، علیم اور بصیر ربّ کے سامنے ہے، میں کسی بھی حال میں اُس ذات سے چھپا نہیں رہ سکتا، اس لیے وہ اُس ذات کی رضا کی خاطر بہت ہی احتیاط سے سوشل میڈیا کے ساتھ وابستگی رکھتا ہے اور اُن تمام خواہشات، جذبات اور اعمال سے اجتناب کرتا جاتا ہے جو اس کے مالک کی ناراضگی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

کوئی بات آگے پھیلانے میں مؤمن کی احتیاط اور فکرِ آخرت:

ایک مسلمان جب سوشل میڈیا اور دیگر ذرائعِ ابلاغ سے وابستہ رہتے ہوئے کوئی ویڈیو، آڈیو اور تحریر وغیرہ آگے پھیلاتا ہے، چاہے وہ کسی دینی بات پر مشتمل ہو یا دنیوی بات پر تو اس میں بھی وہ شریعت کے احکام کا پابند رہتا ہے اور اس کی بھرپور کوشش یہی ہوتی ہے کہ کوئی چیز پھیلانے، کوئی بات عام کرنے اور کوئی خبر دوسروں تک پہنچانے میں کہیں کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے کہ میں شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھوں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائے۔

سوشل میڈیا کی بے احتیاطی اور آخرت کی بربادی:

بہت سے مسلمان سوشل میڈیا سے وابستہ رہتے ہوئے یہ بات بھول جاتے ہیں کہ ہم ایک سچے دین کے پیروکار ہیں، ہم پیارے اللہ کے بندے ہیں، ہم حضور اقدس ﷺ کے امتی ہیں اور ہم شرعی احکام اور اخلاق کے پابند ہیں، اور اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا کے ساتھ ان کی وابستگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور آخرت کی بربادی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ جب وہ کوئی تحریر، آڈیو اور ویڈیو آگے پھیلاتے ہیں تو اس میں شریعت کی تعلیمات کی بالکل بھی رعایت نہیں کرتے، حتی کہ دینی جذبے سے جب وہ کوئی دینی پیغام دوسروں تک پہنچاتے ہیں تو اس میں بھی شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کررہے ہوتے ہیں، کیا شریعت کی خلاف ورزی کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جاسکتا ہے؟ کیا ثواب کمایا جاسکتا ہے؟ کس قدر افسوس اور دکھ کا مقام ہے کہ ہم دین کا کام کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض کردیتے ہیں۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دینی یا دنیوی بات پر مشتمل کوئی تحریر، آڈیو اور ویڈیو آگے پھیلانے سے متعلق شریعت کی تعلیمات سیکھنے کی کوشش کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور آخرت کی بربادی سے بچ سکیں۔

تحریر، آڈیو اور ویڈیو پھیلانے کی شرائط:

ہر مسلمان کو اس سے واقف ہونا ضروری ہے کہ کوئی بھی دینی یا دنیوی پیغام، تحریر، آڈیو اور ویڈیو وغیرہ آگے پھیلانے اور دوسروں تک پہنچانے میں درج ذیل دینی تعلیمات کی رعایت ضروری ہے، بصورتِ دیگر اسے آگے پھیلانے سے اجتناب کرنا نہایت ہی ضروری ہے، ملاحظہ فرمائیں:

1۔ بنیادی بات یہ ہے کہ اُس تحریر، آڈیو اور ویڈیو میں کسی بھی قسم کے گناہ کا پہلو یعنی شرعی اعتبار سے قابلِ اعتراض بات نہ ہو، بلکہ وہ ہر اعتبار سے شریعت کی نظر میں جائز اور درست ہو۔

2۔ وہ ویڈیو یا تصویر خواتین کی تصاویر اور بے حیائی کے تمام عناصر سے پاک ہو۔

3۔ وہ ویڈیو اور آڈیو میوزک یعنی موسیقی سے پاک ہو، اس میں کسی بھی قسم کی میوزک نہ ہو۔

4۔ وہ آڈیو، ویڈیو یا تحریر کسی کی غیبت، آبرو ریزی، استہزا و تمسخر اور الزام تراشی جیسے غیر اخلاقی اور غیر شرعی امور سے پاک ہو۔

5۔ وہ آڈیو، ویڈیو یا تحریر کسی منگھڑت اور غیر معتبر روایت پر مشتمل نہ ہو۔ اس لیے جب تک کسی حدیث سے متعلق ماہرینِ اہلِ علم سے تحقیق نہ کی جائے اور اس کے معتبر ہونے سے متعلق اطمینان حاصل نہ کیا جائے اُس کو ہر گز آگے نہ پھیلایا جائے۔

6۔ وہ آڈیو، ویڈیو یا تحریر کسی غلط دینی مسئلہ پر مشتمل نہ ہو۔ اس لیے جب تک مستند اہلِ علم سے اس مسئلہ کی تحقیق نہ کی جائے اور اس کے درست ہونے سے متعلق اطمینان حاصل نہ کیا جائے، اس کو ہر گز آگے نہ پھیلایا جائے۔

7۔ وہ آڈیو، ویڈیو یا تحریر کسی شرکیہ، کفریہ اور گمراہ کن عقیدے پر مشتمل نہ ہو۔ ایسی باتوں کو پھیلانا نہایت ہی خطرناک اور سنگین جرم ہے۔

8۔ حمد و نعت اور نغموں والی ویڈیوز آگے پھیلانے سے پہلے اس بات کی طرف دھیان دینا ضروری ہے کہ ان میں میوزک نہ ہو، عورتوں کی تصاویر نہ ہوں اور ان میں کوئی گمراہ کن عقیدہ اور غلط نظریہ نہ ہو۔

9۔ نوحے پر مشتمل کسی بھی قسم کی آڈیو اور ویڈیو پھیلانا جائز نہیں۔

10۔ وہ آڈیو، ویڈیو یا تحریر کسی کی ناحق حمایت اور ناحق مخالفت پر مشتمل نہ ہو، کیوں کہ یہ بھی دینی تعلیمات کے خلاف ہے۔

11۔ کسی بھی خبر کو تحقیق کیے بغیر ہر گز عام نہ کیا جائے اور جب تحقیق ہو جائے تو اس کے بعد اسے عام کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ اس میں شرعی اعتبار سے کوئی قابلِ اعتراض پہلو تو نہیں۔

فائدہ: ماقبل کی تفصیل کے ساتھ ساتھ یہ پہلو بھی قابلِ ذکر ہے کہ کیا ہر جائز بات آگے پھیلانا ضروری ہے

بھی یا نہیں! مطلب یہ کہ بے فائدہ اور فضول کاموں میں مشغولیت ایک بامقصد زندگی گزارنے والے کو زیب نہیں دیتی! اور ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ جائز تفریح کو بھی اپنے مقاصد پر ترجیح نہیں دیتا، بلکہ وہ جائز تفریح کو بھی بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت اختیار کرتا ہے۔

خلاصہ:

یہ چند بنیادی باتیں ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بھی تحریر،آڈیو یا ویڈیو عام کرنے سے پہلے اس بات کی تحقیق کرلی جائے کہ وہ شریعت کی نظر میں جائز اور مستند ہو، بصورتِ دیگر آدمی خود بھی گناہ گار ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گناہ میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے جس کے نتیجے میں آخرت کی بربادی حصے میں آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر حال میں شریعت کی پاسداری کرنے والا بنائے۔آمین

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
28 جُمادی الثانیہ 1442ھ/11 فروری 2020

مقالہ نمبر 10:

اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنے کی مروّجہ رسم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

اذان سے پہلے دُرود و سلام پڑھنے کی مروّجہ رسم:

دور حاضر میں اذان سے پہلے بلند آواز سے مختلف الفاظ کے ساتھ درود سلام پڑھنے کا رواج عام ہو چکا ہے، اس کو کارِ ثواب بلکہ اس سے بڑھ کر عشقِ رسول ﷺ کا معیار بھی قرار دے دیا جاتا ہے، اس کے فضائل و فوائد بھی بیان کیے جاتے ہیں، اس عمل کے بھرپور اہتمام کے ساتھ ساتھ اس کو ضروری بھی سمجھا جاتا ہے حتی کہ ایسا نہ کرنے والوں یا اس کو بدعت قرار دینے والوں پر نکیر و ملامت بھی کی جاتی ہے، بلکہ بسا اوقات تو انھیں درود و سلام کا منکر بھی باور کرایا جاتا ہے اور ان کے عشقِ رسالت کو بھی مشکوک تصور کیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اذان سے پہلے درود و سلام کی مروّجہ رسم واضح طور پر بدعت اور ناجائز ہے، جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اس کے بدعت ہونے کو سمجھنے کے لیے درج ذیل باتیں ذہن نشین کرنی نہایت ہی ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن و سنت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں!

اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنے کی مروجہ رسم کے بدعت ہونے کی ایک عام سی وجہ یہ ہے کہ اذان شب و روز میں پانچ مرتبہ سرانجام دیا جانے والا ایک اہم عمل ہے، جس سے متعلق شریعت نے تمام بنیادی احکام واضح فرما دیے ہیں، لیکن قرآن و سنت میں کہیں بھی اذان سے پہلے بلند آواز سے درود و سلام پڑھنے کا ذکر نہیں ملتا، اور نہ ہی یہ حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور خیر القرون سے ثابت ہے، حتی کہ اذان کی مشروعیت اور اس کے کلمات سے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اس لیے اگر یہ دین کا حصہ ہوتا اور یہ عمل کسی بھی درجے میں اہمیت رکھتا تو اس کا ثبوت ضرور ہوتا، جب یہ عمل ثابت ہی نہیں تو آج اسے دین کے نام پر کیسے اپنایا جاسکتا ہے؟! اس لیے یہ دین میں اور اذان کے کلمات میں اپنی طرف سے اضافہ ہے جس کا بدعت ہونا واضح ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس نے ہمارے دین میں

کوئی نئی بات ایجاد کی تو وہ مردود (یعنی ناقابلِ قبول اور ناقابلِ اعتبار) ہے۔“

٢٦٩٧- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ الله عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ».

یہ سنّت اور صحابہ کرام کے طریقے کی خلاف ورزی ہے!

اذان سے پہلے بلند آواز سے درود و سلام پڑھنا سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق طریقے کی بھی خلاف ورزی ہے، اس لیے اس غیر شرعی کام سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ سنن الترمذی کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹے تھے، جبکہ میری امت میں 73 فرقے بنیں گے، ان میں ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک کامیاب اور برحق جماعت کون سی ہوگی؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي“ یعنی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔“

٢٦٤١- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بني إسرائيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي».

اس حدیث میں حق جماعت کی جو علامت بیان فرمائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ جو سنت اور صحابہ کرام کے طریقے پر ہو، یہ علامت دین کے ہر معاملے میں ایک واضح پیمانہ ہے جس کی بنیاد پر ہر ایک انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے نظریات اور اعمال جانچ سکتا ہے۔ یقیناً یہ معیار اپنانے سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور بہت سی پریشانیوں، بدعات اور خود ساختہ اعمال و نظریات سے نجات مل سکتی ہے!!

ذرا غور کر لیا جائے کہ کیا اذان سے پہلے بلند آواز سے درود و سلام پڑھنا سنت اور صحابہ سے ثابت ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں! تو پھر یہ کام حق جماعت یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کا نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کو یہ نام اسی لیے دیا گیا ہے کہ وہ سنت اور صحابہ کرام کے طریقے پر ہوتے ہیں، جبکہ اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے کا عمل سنت اور صحابہ کرام کے طریقے کے خلاف ہے۔

2۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’الاعتصام‘‘ میں فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ’’جو عبادت حضرات صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیوں کہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی (جس کو یہ پورا کریں)، خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو۔‘‘ اسی مضمون کی روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

(جواہر الفقہ)

وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَا تعبَّدوها؛ فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْآخِرِ مَقَالًا، فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، وَخُذُوا بِطَرِيقِ مَنْ كَانَ قبلكم. ونحوه لابن مسعود أيضًا. (الباب الثامن في الفرق بين البدع والمصالح المرسلة)

- البدع لابن وضاح القرطبي:

١٠- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: اتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، خُذُوا طَرِيقَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَاللهِ لَئِنِ اسْتَقَمْتُمْ لَقَدْ سُبِقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا، وَلَئِنْ تَرَكْتُمُوهُ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

3۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’الاعتصام‘‘ میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ’’ تم ہماری پیروی کرو اور دین میں نئی باتیں ایجاد نہ کرو، یہ تمہارے لیے کافی ہے۔‘‘

وَخَرَّجَ [ابْنِ وَضَّاحٍ] أَيْضًا عَنْ عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ.

• البدع لابن وضاح القرطبي:

١١ - حَدَّثَنَا أَسَدٌ قَالَ: أخبرنا أَبُو هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا، وَلَا تَبْتَدِعُوا، فَقَدْ كُفِيتُمْ. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

• مجمع الزوائد:

٨٥٣- عن عبد الله بن مسعود قال: اتبعوا ولا تبتدعوا فقد كفيتم.

رواه الطبراني في «الكبير»، ورجاله رجال الصحيح.

معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کی پیروی کرنی چاہیے اور دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے سے بچنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ اذان سے پہلے بلند آواز سے درود و سلام پڑھنا بھی صحابہ کرام سے ثابت تو نہیں بلکہ دین میں ایک اضافہ ہی ہے جس کا بدعت ہونا واضح ہے!

حضراتِ صحابہ کرام عشقِ رسالت اور دینداری کا بہترین اور کامل نمونہ ہیں:

سنت تو ہر مسلمان کے لیے بہترین نمونہ اور معیار ہے ہی، یہی وجہ ہے کہ جب دین یا عشقِ رسالت کے نام پر کوئی ایسی بات ایجاد کی جائے جو سنت سے ثابت نہ ہو تو گویا کہ سنت ہاتھ سے چھوٹ گئی اور بدعت ہاتھ آگئی، جو کہ بہت بڑا نقصان ہے۔ جہاں تک حضرات صحابہ کی بات ہے تو وہ سنت کی حقیقت سے خوب واقف تھے، سنت پر مر مٹنے والے تھے کہ اس سے ذرہ برابر بھی انحراف کو جرم سمجھتے تھے، اور عشقِ رسالت کا کامل اور بہترین نمونہ بھی تھے، اس لیے ان کو بھی معیار قرار دیا گیا۔ اس سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرات صحابہ کرام جب عشقِ رسالت کا بہترین اور کامل نمونہ تھے تو انھوں نے جو کام نہیں اپنائے تو انھیں آج دین کے نام پر ہر گز نہیں اپنایا جا سکتا، اسی طرح عشقِ رسالت کے تمام تر اعمال اور معیارات ان میں موجود تھے، اس لیے جو عمل انھوں نے عشقِ رسالت کے نام پر نہیں اپنایا آج اسے عشقِ رسالت کے نام پر ہر گز نہیں اپنایا جا سکتا، کیوں کہ حضرات صحابہ زیادہ مستحق تھے اس بات کے کہ وہ عشقِ رسالت کے نام پر نت نئے اعمال کی بنیاد رکھتے حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ انھوں نے دین میں نت نئے طریقے ایجاد کرنے کو جرم سمجھا۔

اس سے اذان سے پہلے درود و سلام ایجاد کرنے کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر یہ عشقِ رسالت پر مبنی عمل ہوتا یا اس کا معیار ہوتا تو حضرات صحابہ کرام اس کے زیادہ مستحق تھے کہ وہ اسے اپناتے!

کیا درود شریف پڑھنا کوئی غلط کام ہے؟

جب اذان سے پہلے بلند آواز سے درود و سلام پڑھنے کو بدعت قرار دے اس سے روکا جاتا ہے تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیا درود شریف پڑھنا کوئی غلط کام ہے جو کہ اس سے روکا جارہا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ درود و شریف پڑھنا اپنی ذات میں بہت ہی فضیلت اور اہمیت والا عمل ہے، لیکن زیرِ بحث مسئلہ میں درود شریف کی فضیلت کا معاملہ نہیں اور نہ ہی اس پر اعتراض ہے، بلکہ اعتراض تو بے موقع درود و سلام پڑھنے پر ہے اور اسی سے روکا جارہا ہے کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا ثابت نہیں، اس لیے اس مقام پر نہ پڑھا جائے۔

اس نکتہ کو سمجھنے کے لیے یہ روایت ملاحظہ فرمائیں کہ سنن الترمذی میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَالسَّلَامُ عَلَی رَسُولِ اللّٰہِ، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں بھی کہتا ہوں کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَالسَّلَامُ عَلَی رَسُولِ اللّٰہِ، لیکن اس طرح ہمیں حضور اقدس ﷺ نے نہیں سکھایا بلکہ ہمیں یوں سکھایا ہے کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ.

٢٧٣٨- عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَأَنَا أَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، عَلَّمَنَا أَنْ نَقُولَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ». (بَابُ مَا يَقُولُ العَاطِسُ إِذَا عَطَسَ)

غور کیجیے کہ چھینکنے والے شخص نے چھینک کے بعد الحمد للہ تو کہا لیکن ساتھ میں حضور اقدس ﷺ پر سلام بھی بھیج دیا، حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود و سلام پڑھنا سنت سے ثابت نہیں، اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشقِ سنت صحابی نے فورًا تنبیہ فرمائی کہ میں

بھی اس کا قائل ہوں کہ اللہ تعالی کی حمد وثنا بھی ہونی چاہیے اور حضور اقدس ﷺ پر درود وسلام بھی پڑھنا چاہیے یعنی کہ درود وسلام کی اہمیت وفضیلت کا میں بھی قائل ہوں لیکن یہ اس کا موقع نہیں، اس لیے چھینک کے بعد درود وسلام پڑھنا درست نہیں کیوں کہ ہمیں حضور اقدس ﷺ نے چھینک کے بعد الحمد للہ ہی سکھایا ہے جس میں درود وسلام کا ذکر نہیں۔

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود وسلام سنت سے ثابت نہ تھا اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے پسند نہیں فرمایا اور تنبیہ فرمائی، گویا کہ درود شریف پڑھنا بہت بڑا عمل ہے لیکن اس کے لیے ایسا موقع اور طریقہ ایجاد کرنا جو سنت اور صحابہ سے ثابت نہ ہو اسے بدعت ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ درود وسلام پڑھنا بڑی ہی فضیلت کی بات ہے لیکن اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس کو بدعت ہی کہا جائے گا اور اس سے منع ہی کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا۔

دین اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں کب برقرار رہ سکتا ہے؟

دین اپنی حقیقی شکل وصورت میں تبھی برقرار رہ سکتا ہے جب اس کے لیے سنت اور صحابہ کو معیار قرار دیا جائے کیوں کہ اگر ہر ایک اپنی طرف سے دین کے نام پر کوئی عمل ایجاد کرے گا یا اپنے کسی خود ساختہ عمل کو دینداری یا عشقِ رسالت کا معیار قرار دے گا تو دین کا حلیہ ہی مسخ ہو جائے گا اور دین اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں رہ پائے گا، اور نہ ہی بعد والوں کو حقیقی دین پہنچ سکے گا، حالاں کہ خود ساختہ اعمال اور پیمانوں کا تو نام دین نہیں۔ اس لیے دین کے معاملے میں سنت اور صحابہ کرام کو معیار قرار دینے کی ایک بڑی ضرورت یہ بھی ہے۔

خلاصہ:

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا قرآن وسنت،

حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین سے کہیں ثابت نہیں، اس لیے اس کا بدعت ہونا واضح ہے، اور بدعت اسی قابل ہوتی ہے کہ اس سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے اجتناب کیا جائے!

فائدہ:

بدعت کی حقیقت اور اس کی ضروری تفصیلات سمجھنے کے لیے بندہ کا رسالہ ’’سنت اور بدعت‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
5 جُمادی الاُولیٰ 1442ھ/21 دسمبر 2020

مقالہ نمبر 11:

جانوروں کو لڑانے کی ممانعت

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

جانوروں کو لڑانے کے مروّجہ کھیل:

عصرِ حاضر میں جانوروں کو آپس میں لڑانے کا کھیل بہت زیادہ فروغ پا چکا ہے، اس میں کبھی تو ایک جنس کے جانوروں جیسے: دو شیروں، دو کتوں، دو بھینسوں، دو مینڈھوں اور دو مرغوں وغیرہ کو آپس میں لڑوایا جاتا ہے، اور کبھی مختلف جنس کے جانوروں جیسے: سانپ اور نیولے یا کتے اور بندر یا مرغ اور بلی وغیرہ کو آپس میں لڑوایا جاتا ہے، حتی کہ کبھی تو انسان اور جانور کو بھی آپس میں لڑوایا جاتا ہے۔ یہ کھیل محلے اور علاقے سے لے کر بڑی سے بڑی سطح پر بھی کھیلا جاتا ہے، پھر اس میں جُوا بھی کھیلا جاتا ہے۔ اس کھیل کے لیے باقاعدہ جگہیں بھی مختص کی جاتی ہیں جن میں بڑی تعداد میں تماشائی جمع ہو کر یہ کھیل دیکھتے ہیں، اور نجانے کیا سے کیا تماشوں اور خرافات میں مبتلا رہتے ہیں، اور جیتنے والے کو داد اور شاباش بھی دیتے ہیں، پھر اس سے بڑھ کر اس کی ویڈیوز بھی بنا کر عام کی جاتی ہیں تاکہ دنیا بھر میں یہ کھیل دیکھا جا سکے۔

یہ ساری صورتحال متعدد گناہوں اور قباحتوں پر مشتمل ہے، شریعت نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، ذیل میں اس مسئلے سے متعلق تفصیل ذکر کی جاتی ہے تاکہ اس کے بنیادی پہلو واضح ہو سکیں۔

جانوروں کو لڑانے کی ممانعت حدیث کی روشنی میں:

واضح رہے کہ حدیث شریف میں جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت مذکور ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔

- سنن الترمذي:

١٧٠٨- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ قُطْبَةَ بْنِ عَبْدِ العَزِيزِ، عَنْ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ البَهَائِمِ.

١٧٠٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ المُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الأَعْمَشِ،

عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ مُجَاهِدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ البَهَائِمِ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ «عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ»، وَيُقَالُ: هَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ قُطْبَةَ. وَرَوَى شَرِيكٌ هَذَا الحَدِيثَ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ «عَنْ أَبِي يَحْيَى» حَدَّثَنَا بِذَلِكَ أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ آدَمَ، عَنْ شَرِيكٍ، وَرَوَى أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. وَرَوَاهُ ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ لَيْثٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، مَرْفُوعًا. وَأَبُو يَحْيَى هُوَ القَتَّاتُ الكُوفِيُّ، وَيُقَالُ اسْمُهُ: زَاذَانُ. وَفِي البَاب عَنْ طَلْحَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَعِكْرَاشِ بْنِ ذُؤَيْبٍ.
(بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ البَهَائِمِ وَالضَّرْبِ وَالوَسْمِ فِي الوَجْهِ)

- شعب الإيمان:

٦١١٩- عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ ابْنِ يَحْيَى الْقَتَّاتِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ. (باب تحريم الملاعب والملاهي)

جانوروں کو لڑانے کی ممانعت سے متعلق تفصیلی احکام:

مذکورہ حدیث اور شریعت کی دیگر تعلیمات کی روشنی میں جانوروں کو لڑانے کے مسئلے سے متعلق چند بنیادی مسائل درج ذیل ہیں:

مسئلہ 1:

جانوروں کو لڑانے کی مروّجہ تمام صورتیں ناجائز اور گناہ ہیں، چاہے ایک ہی جنس کے جانوروں کو لڑایا جائے یا مختلف جنس کے جانوروں کو؛ سب کا یہی ایک ہی حکم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آجکل جو اونٹوں، کتوں، بیلوں، ریچھوں، بندروں، مرغوں، بٹیروں، سانپوں، نیولوں یا دیگر جانوروں کو لڑانے کا رواج ہے یہ واضح طور پر ایک غیر شرعی عمل ہے جس سے اجتناب کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔

مسئلہ 2:

اسی طرح انسان اور جانور کو آپس میں لڑانے کا کھیل بھی ناجائز اور گناہ ہے۔

جانوروں کو لڑانے کے ناجائز ہونے کی وجوہات:

جانوروں کو آپس میں لڑانے کے ناجائز ہونے کی وجوہات درج ذیل ہیں:

- یہ کھیل جانوروں پر ظلم ہے کہ اس کی وجہ سے جانوروں کو تکلیف بھی پہنچتی ہے، جانوروں کو نقصان بھی پہنچ جاتا ہے بلکہ بسا اوقات کسی ایک یا دونوں جانوروں کی موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ یہی تفصیل انسان اور جانور کو آپس میں لڑانے میں بھی پیش آتی ہے۔
- یہ کھیل ایک عبث اور فضول کام ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اسی کے ساتھ اس میں جانی اور مالی نقصان بھی ہے اور یہ کئی خرافات کا مجموعہ بھی ہے۔

مسئلہ 3: جانوروں کو آپس میں لڑانے یا انسان اور جانور کو آپس میں لڑانے کا کھیل بذاتِ خود بھی ناجائز اور گناہ ہے، البتہ اس کھیل میں ہار جیت پر جوا کھیلنا بھی حرام اور گناہ ہے۔ گویا کہ اس کھیل میں اگر جوا بھی شامل ہو جائے تو یہ دو گناہوں کا مجموعہ بن جاتا ہے اور اس کی برائی اور وبال مزید بڑھ جاتے ہیں۔

مسئلہ 4: جب جانوروں کو آپس میں لڑانے یا انسان اور جانور کو آپس میں لڑانے کا کھیل ناجائز اور گناہ ہے تو اس میں رقم ملانا یعنی سرمایہ کاری کرنا، اس کے لیے جگہ فراہم کرنا، اسباب مہیا کرنا یا کسی بھی درجے میں تعاون کرنا بھی ناجائز اور گناہ ہے۔

مسئلہ 5: اس ناجائز کھیل سے جگہ فراہم کرنے کی مد میں یا تماشائیوں یا دیگر اسباب کے ذریعے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حلال نہیں۔

مسئلہ 6: اس ناجائز کھیل میں جیتنے کی صورت میں جو جانور یا رقم حاصل ہوتی ہے وہ بھی حرام ہے، اس کو اصل مالک تک واپس کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ 7: جانوروں کو آپس میں لڑانے یا انسان اور جانور کو آپس میں لڑانے کا کھیل چوں کہ ناجائز اور گناہ ہے اس لیے اس کو دیکھنا بھی ناجائز ہے، چاہے اس کھیل کو تماشائی بن کر دیکھا جائے یا ڈیجیٹل ذرائع سے دیکھا

جائے، دونوں صورتوں میں دیکھنا ناجائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آجکل جو الیکٹرانک یا سوشل میڈیا کے ذریعے اس ناجائز کھیل کی ویڈیوز عام کر دی جاتی ہیں انھیں دیکھنا بھی گناہ ہے۔

تنبیہ:

جانوروں کو آپس میں لڑانے یا انسان اور جانور کو آپس میں لڑانے کا کھیل بذاتِ خود تو ناجائز اور گناہ ہے ہی، البتہ اس کھیل میں دیگر قباحتیں اور غیر شرعی کام بھی شامل ہو جاتے ہیں، جیسے: مرد و زن کا اختلاط، بے پردگی اور بے حیائی، نمازوں اور دیگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ضیاع، باہمی تنازعات اور جھگڑے اور ان جیسے دیگر ناجائز امور، جن کی وجہ سے اس کھیل کی قباحت اور برائی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

- شعب الإيمان:

قَالَ الْحَلِيمِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: وَمَنْ وُجُوهِ اللَّعِبِ: التَّحْرِيشُ بَيْنَ الْكِلَابِ وَالدُّيُوكِ، وَقَدْ جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَن التَّحْرِيش بَيْنَ الْبَهَائِمِ. هُوَ حَرَامٌ مَمْنُوعٌ لَا يُؤْذَنُ لِأَحَدٍ فِيهِ؛ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَحَارِشَيْنِ يُؤْلِمُ الْآخَرَ وَيَجْرَحُهُ، وَلَوْ أَرَادَ الْمُحَرِّشُ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ بِيَدِهِ مَا حَلَّ لَهُ.

(باب تحريم الملاعب والملاهي)

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

٤١٠٣- (وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ») أَيْ: عَنِ الْإِغْرَاءِ بَيْنَهَا بِأَنْ يَنْطِحَ بَعْضُهَا بَعْضًا أَوْ يَدُوسَ أَوْ يَقْتُلَ. فِي «النِّهَايَةِ»: هُوَ الْإِغْرَاءُ وَتَمْيِيجُ بَعْضِهَا عَلَى بَعْضٍ كَمَا يُفْعَلُ بَيْنَ الْجِمَالِ وَالْكِبَاشِ وَالدُّيُوكِ وَغَيْرِهَا، يَعْنِي كَالْفِيلِ وَالْبَقَرِ وَكَمَا بَيْنَ الْبَقَرِ وَالْأَسَدِ، وَإِذَا كَانَ الْإِغْرَاءُ بَيْنَ الْبَهَائِمِ مَنْهِيًّا فَبِالْأَوْلَى أَنْ يَكُونَ الْإِنْسَانُ مَنْهِيًّا، وَهُوَ كَثِيرٌ فِي بَعْضِ الْبُلْدَانِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَأَبُو دَاوُدَ). (بَابُ ذِكْرِ الْكَلْبِ)

- سورة المائدة آية ٩٠:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

- مصنَّف ابن أبی شیبة:

٢٦٦٩٣- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَن لَيْثٍ، عَن طَاوُوس قَالَ: كَانَ يَكْرَهُ الْقِمَارَ وَيَقُولُ: إِنَّهُ مِنَ الْمَيْسِرِ حَتَّى لَعِبِ الصِّبْيَانِ بِالْجَوْزِ وَالْكِعَابِ.

٢٦٦٩٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ نَجِيحٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ سِيرِينَ مَرَّ عَلَى غِلْمَانٍ يَوْمَ الْعِيدِ بالْمِرْبَد وَهُمْ يَتَقَامَرُونَ بِالْجَوْزِ فَقَالَ: يَا غِلْمَانُ، لَا تُقَامِرُوا؛ فَإِنَّ الْقِمَارَ مِنَ الْمَيْسِرِ.

٢٦٦٩٥- عَن سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ فِيهِ خَطَرٌ فَهُوَ مِنَ الْمَيْسِرِ.

٢٦٦٩٦- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَن سُفْيَانَ، عَن لَيْثٍ، عَنْ عَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ وَطَاوُوس أَوِ اثْنَيْنِ مِنْهُمْ قَالَا: كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْقِمَارِ فَهُوَ مِنَ الْمَيْسِرِ حَتَّى لَعِبِ الصِّبْيَانِ بِالْجَوْزِ.

- الموسوعة الفقهية الكويتية:

حُكْمُ مَيْسِرِ الْقِمَارِ:

اتَّفَقَ الْفُقَهَاءُ عَلَى تَحْرِيمِ مَيْسِرِ الْقِمَارِ، وَقَال الشَّافِعِيَّةُ: إِنْ شُرِطَ فِيهِ مَالٌ مِنَ الْجَانِبَيْنِ بِحَيْثُ يَكُونُ الْمَال لِمَنْ غَلَبَ مِنَ اللَّاعِبَيْنِ فَهُوَ الْقِمَارُ الْمُحَرَّمُ، وَصَرَّحُوا بِأَنَّهُ حِينَئِذٍ كَبِيرَةٌ مِنَ الْكَبَائِرِ، وَقَال الرَّمْلِيُّ مِنْهُمْ: وَالْمُحَرَّمُ الْعَقْدُ وَأَخْذُ الْمَال؛ لِأَنَّهُ غَصْبٌ مِنَ الْجَانِبَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا.

الْكَسْبُ النَّاشِئُ عَنِ الْمَيْسِرِ:

مَا يَكْسِبُهُ الْمُقَامِرُ هُوَ كَسْبٌ خَبِيثٌ، وَهُوَ مِنَ الْمَال الْحَرَامِ مِثْل كَسْبِ الْمُخَادِعِ وَالْمُقَامِرِ، وَالْوَاجِبُ فِي الْكَسْبِ الْخَبِيثِ تَفْرِيغُ الذِّمَّةِ مِنْهُ بِرَدِّهِ إِلَى أَرْبَابِهِ إِنْ عَلِمُوا وَإِلَّا إِلَى الْفُقَرَاءِ.

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
11 ربیع الثانی 1442ھ/27 نومبر 2020

مقالہ نمبر 12:

فجر کی جماعت کے وقت سنتیں کہاں ادا کی جائیں؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نمازِ فجر کی سنتوں کی ادائیگی سے متعلق ایک بڑی کوتاہی:

آجکل نمازِ فجر کی سنتوں سے متعلق ایک بڑی کوتاہی یہ عام ہو چکی ہے کہ جب لوگ نمازِ فجر کے لیے مسجد چلے جاتے ہیں اور وہاں جاکر معلوم ہو جاتا ہے کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہے یا کھڑی ہونے والی ہے تو وہ جماعت کی صفوں میں یا ان کے قریب ہی کھڑے ہو کر فجر کی سنتیں ادا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ بڑی غلطی ہے جس کی اصلاح بہت ضروری ہے۔

ذیل میں اس مسئلہ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

فجر کی جماعت کے وقت سنتیں ادا کرنے کا حکم:

زیرِ بحث مسئلہ سے متعلق بطورِ تمہید اس مسئلہ کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جو شخص نمازِ فجر کے لیے مسجد چلا جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت شروع ہو چکی ہے تو اگر اس کو سنتیں ادا کرنے کے بعد جماعت کے ساتھ آخری قعدہ میسر آسکتا ہے تو ایسی صورت میں وہ سنتیں ادا کرلے تاکہ جماعت بھی مل جائے اور یہ اہم سنتیں بھی ادا ہو جائیں، البتہ اگر سنتیں ادا کرنے کی صورت میں جماعت نکل جانے کا خدشہ ہو تو پھر سنتیں ترک کرنے جماعت میں شامل ہو جائے اور ایسی صورت میں یہ سنتیں سورج طلوع ہو جانے کے بعد سے لے کر زوال سے پہلے تک قضا کی نیت سے ادا کرلے، یہ بہتر ہے، زوال کے بعد پھر ان کی قضا نہیں۔

(رد المحتار)

فائدہ: مذکورہ مسئلے کی مکمل اور مدلل تفصیل کے لیے بندہ کے سلسلہ اصلاحِ اَغلاط کا سلسلہ نمبر 100: ’’فجر کی جماعت کے وقت سنت ادا کرنے کا تفصیلی حکم‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

تنبیہ: واضح رہے کہ فجر کی جماعت کے وقت سنتیں ادا کرنے کی جو اجازت مذکورہ مسئلے میں بیان ہو چکی یہ مطلق نہیں بلکہ اس کی کچھ شرائط ہیں، جن کی پاسداری کیے بغیر فجر کی سنتوں کی ادائیگی کی اجازت نہیں۔ تفصیل کے لیے درج ذیل مسئلہ ملاحظہ فرمائیں۔

فجر کی جماعت کے وقت فجر کی سنتیں کہاں ادا کی جائیں؟

واضح رہے کہ مسجد میں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد وہیں صفوں میں کھڑے ہو کر فجر کی سنتیں ادا کرنا مکروہ اور ممنوع ہیں، اسی طرح جماعت کی صفوں کے متصل پیچھے دیوار یا کسی اور حائل کی آڑ لیے بغیر سنتیں ادا کرنا بھی مکروہ ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ طریقہ جماعت کی مخالفت کے زمرے میں آتا ہے جو کہ مکروہ اور ممنوع ہے۔ جبکہ بسا اوقات اس کی وجہ سے صفوں کی درستی میں بھی خلل آجاتا ہے۔

مذکورہ مسئلہ کے مطابق جو شخص نمازِ فجر کے لیے ایسے وقت میں مسجد جا رہا ہو کہ اس کو معلوم ہو کہ جماعت کھڑی ہو رہی ہو گی تو اس کو چاہیے کہ گھر ہی میں سنتیں ادا کر کے جائے، یہ سب سے بہتر صورت ہے۔ لیکن اگر وہ شخص مسجد چلا جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت شروع ہو چکی ہے یا شروع ہونے والی ہے تو وہ جماعت کی صفوں میں یا ان کے قریب سنتیں ادا نہ کرے، بلکہ جماعت سے دور مسجد کے دروازے کے پاس سنتیں ادا کرے، بصورتِ دیگر کم از کم جماعت سے ہٹ کر دیوار یا کسی اور حائل کی آڑ میں سنتیں ادا کرے، لیکن اگر وہ مسجد چھوٹی سی ہو اور اس میں کوئی آڑ بھی نہ ہو، یا مسجد بڑی ہو لیکن صفیں مسجد کے دروازے تک پہنچ رہی ہوں اور مسجد کے باہر یا مسجد کی دوسری منزل وغیرہ میں سنتیں ادا کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں فجر کی جماعت کے وقت سنتیں ادا کرنا درست نہیں بلکہ جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔

فقہی عبارات

- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح:

قوله: (ولا يشتغل عنه بالسنة) أي عن الاقتداء. قوله: (ولو في المسجد بعيدا عن الصف) أي يشترط في كونه يأتي بسنة الفجر إذا أخذ المؤذن في الإقامة أن يأتي بها عند باب المسجد، فإن لم يجد مكانا تركها؛ لأن في الإتيان بها في المسجد حينئذ مخالفة الجماعة فتكره، وترك المكروه مقدم على فعل السنة، غير أن الكراهة تتفاوت، فإن كان الإمام في الصيفي فصلاته إياها في الشتوي أخف من صلاتها في الصيفي، وأشدها كراهة أن يصليها مخالطا للصف، كذا في

«الفتح»، ويليه في الكراهة أن يكون خلف الصف من غير حائل. قوله: (لما قدمناه في سنة الفجر) من الأخبار الدالة على فضلها. قوله: (والأفضل فعلهما في البيت)؛ لأنه كان يصليهما في البيت، وأنكر على من صلاهما في المسجد، كذا في «الشرح». (باب إدراك الفريضة)

- العناية شرح الهداية:

(وَمَنِ انْتَهَى إِلَى الْإِمَامِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَهُوَ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: إنْ خَشَى أَنْ تَفُوتَهُ رَكْعَةٌ وَيُدْرِكَ الْأُخْرَى يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ)؛ لِأَنَّهُ أَمْكَنَهُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْفَضِيلَتَيْنِ، (وَإِنْ خَشَى فَوْتَهُمَا دَخَلَ مَعَ الْإِمَامِ)؛ لِأَنَّ ثَوَابَ الْجَمَاعَةِ أَعْظَمُ، وَالْوَعِيدَ بِالتَّرْكِ أَلْزَمُ، بِخِلَافِ سُنَّةِ الظُّهْرِ حَيْثُ يَتْرُكُهَا فِي الْحَالَتَيْنِ؛ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ أَدَاؤُهَا فِي الْوَقْتِ بَعْدَ الْفَرْضِ هُوَ الصَّحِيحُ، وَإِنَّمَا الِاخْتِلَافُ بَيْنَ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ فِي تَقْدِيمِهَا عَلَى الرَّكْعَتَيْنِ وَتَأْخِيرِهَا عَنْهُمَا، وَلَا كَذَلِكَ سُنَّةُ الْفَجْرِ عَلَى مَا نُبَيِّنُ إنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى. وَالتَّقْيِيدُ بِالْأَدَاءِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ يَدُلُّ عَلَى الْكَرَاهَةِ فِي الْمَسْجِدِ إذَا كَانَ الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ. وَالْأَفْضَلُ فِي عَامَّةِ السُّنَنِ وَالنَّوَافِلِ الْمَنْزِلُ هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ. وَقَوْلُهُ: (يُصَلِّي رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ) أَمَّا إنَّهُ يُصَلِّي وَإِنْ كَانَتِ الْجَمَاعَةُ قَامَتْ؛ لِأَنَّ سُنَّةَ الْفَجْرِ مِنْ أَقْوَى السُّنَنِ وَأَفْضَلِهَا، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «صَلُّوهُمَا وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ». وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا»، وَإِدْرَاكُ رَكْعَةٍ مِنَ الْفَجْرِ كَإِدْرَاكِ الْكُلِّ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْفَجْرِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ»، فَكَانَ جَمْعًا بَيْنَ الْفَضِيلَتَيْنِ. وَأَمَّا أَنَّهُ يُصَلِّي عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَلِأَنَّهُ لَوْ صَلَّاهُمَا فِي الْمَسْجِدِ كَانَ مُتَنَفِّلًا فِيهِ عِنْدَ اشْتِغَالِ الْإِمَامِ بِالْفَرِيضَةِ وَهُوَ مَكْرُوهٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ مَوْضِعٌ لِلصَّلَاةِ يُصَلِّيهِمَا فِي الْمَسْجِدِ خَلْفَ سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، وَأَشَدُّهَا كَرَاهَةً أَنْ يُصَلِّيَهُمَا مُخَالِطًا لِلصَّفِّ وَمُخَالِفًا لِلْإِمَامِ وَالْجَمَاعَةِ، وَالَّذِي يَلِي ذَلِكَ خَلْفَ الصَّفِّ مِنْ غَيْرِ حَائِلٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّفِّ ...... وَقَوْلُهُ: (وَإِنْ خُشِيَ فَوْتُهُمَا) يُشِيرُ إلَى أَنَّهُ إنْ كَانَ يَرْجُو إدْرَاكَ الْقَعْدَةِ لَا يَدْخُلُ مَعَ الْإِمَامِ. (باب إدراك الفريضة)

حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام کے طرزِ عمل سے مذکورہ مسئلہ کی تائید:

فجر کی جماعت کے وقت فجر کی سنتیں جماعت کی صفوں میں ادا نہ کرنے بلکہ کسی ایک جانب یا کونے میں یا مسجد سے باہر یا مسجد کے دروازے کے پاس ادا کرنے کا ثبوت حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام سے بھی ملتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے وقت میں مسجد تشریف لائے کہ فجر کی نماز شروع ہو چکی تھی تو انہوں نے مسجد کی ایک ستون کی آڑ میں فجر کی سنتیں ادا کیں اور پھر جماعت میں شامل ہوئے۔

- شرح معانی الآثار میں ہے:

٢١٩٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ، حِينَ دَعَاهُمْ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ دَعَا أَبَا مُوسَى وَحُذَيْفَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ الْغَدَاةَ، ثُمَّ خَرَجُوا مِنْ عِنْدِهِ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَجَلَسَ عَبْدُ اللهِ إِلَى أُسْطُوَانَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ. فَهَذَا عَبْدُ اللهِ قَدْ فَعَلَ هَذَا وَمَعَهُ حُذَيْفَةُ وَأَبُو مُوسَى، لَا يُنْكِرَانِ ذَلِكَ عَلَيْهِ فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى مُوَافَقَتِهِمَا إِيَّاهُ.

2۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے وقت میں مسجد تشریف لائے کہ فجر کی نماز شروع ہو رہی تھی تو انہوں نے مسجد میں ایک جانب ہو کر فجر کی سنتیں ادا کیں اور پھر جماعت میں شامل ہوئے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

6475: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ قَالَ: قَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ يَجِيءُ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر سے نکلے تو اس دوران فجر کی جماعت کھڑی ہوگئی، جب انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے مسجد کے باہر ہی دو رکعت سنت ادا کیں اور جماعت میں شامل ہوگئے۔

- شرح معانی الآثار میں ہے:

٢٢٠٢- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: خَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مِنْ بَيْتِهِ فَأُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ. فَهَذَا وَإِنْ كَانَ لَمْ يُصَلِّهِمَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَدْ صَلَّاهُمَا بَعْدَ عِلْمِهِ بِإِقَامَةِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ.

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ جب فجر کی نماز کے لیے مسجد داخل ہوتے اور جماعت کھڑی ہو چکی ہوتی تو وہ مسجد کے کسی کونے میں سنتیں ادا فرماتے، پھر اس کے بعد جماعت میں شامل ہو جاتے۔

- شرح معانی الآثار میں ہے:

٢٢٠٥- عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ.

امام مسروق تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

٦٤٧٢: عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْقَوْمُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ، فَصَلَّاهُمَا فِي نَاحِيَةٍ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ.

بعد میں ذکر ہونے والے دلائل ''مصنَّف ابن ابی شیبہ'' سے لیے گئے ہیں۔

امام حسن بصری تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

٦٤٧٣: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ، عَنْ الْحَسَنِ قَالَ: كَانَ يَقُولُ: يُصَليهمَا فِي نَاحِيَةٍ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ

الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ.

امام سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

٦٤٧٤: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَوَّامٍ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَالإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَلِجَ الْمَسْجِدَ، عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ.

امام مجاہد تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

٦٤٧٩: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَلَمْ تَرْكَعْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَارْكَعْهُمَا، وَإِنْ ظَنَنْتَ أَنَّ الرَّكْعَةَ الأُولَى تَفُوتُكَ.

٦٤٨٠: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ وَبَرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَفْعَلُهُ، وَحَدَّثَنِي مَنْ رَآهُ فَعَلَهُ مَرَّتَيْنِ، جَاءَ مَرَّةً وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَصَلَّاهُمَا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ دَخَلَ مَرَّةً أُخْرَى فَصَلَّى مَعَهُمْ، وَلَمْ يُصَلِّهِمَا.

امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

٦٤٨١: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَرِهَ إِذَا جَاءَ وَالإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ أَنْ يُصَلِّيَهُمَا فِي الْمَسْجِدِ، وَقَالَ: يُصَلِّيهِمَا عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، أَوْ فِي نَاحِيَتِهِ.

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
7 ربیع الثانی 1442ھ/23 نومبر 2020

مقالہ نمبر 13:

قضا نمازوں

کا فدیہ ادا کرنے سے متعلق بنیادی مسائل

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے سے متعلق بنیادی مسائل

اپنی فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی اور وصیّت کی فکر:

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ بلوغت کے بعد سے اپنی قضا شدہ نمازوں کی ادائیگی کی بھرپور کوشش کرے، اور اپنی قضا شدہ نمازوں کا حساب بھی رکھے کہ کتنی نمازیں باقی رہ گئی ہیں، اور ساتھ ساتھ وصیت بھی کر لے کہ میری موت کے بعد میری ان قضا نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے۔

اپنی زندگی میں قضا نمازوں کا فدیہ دینا جائز نہیں:

یہاں یہ بات بھی سمجھنا ضروری ہے کہ قضا شدہ نمازوں کے فدیے کی ادائیگی کا تعلق موت کے بعد کے ساتھ ہے، اس لیے اپنی قضا شدہ نمازوں کا فدیہ اپنی زندگی میں ادا کرنا جائز نہیں، بھلے کوئی مریض ایسی نازک حالت میں ہو کہ صحت کی خرابی کے باعث اپنی قضا شدہ نمازوں کی ادائیگی سے مایوس ہو چکا ہو، اُس کے لیے بھی اپنی زندگی میں ان قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کے ذمے اپنی قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا لازم ہے۔ البتہ روزوں کے فدیہ کا حکم نمازوں کے فدیہ سے مختلف ہے۔

مرض کی کس حالت میں نمازوں کی قضا اور فدیہ واجب نہیں؟

1۔ اگر کوئی شخص مرضِ وفات میں ہو اور حالت ایسی ہو کہ اس قدر حواس بھی باقی نہ رہے ہوں کہ اشارے سے نماز ادا کر سکے اور اسی حالت میں فوت ہو جائے تو جو نمازیں اس مرضِ وفات کی حالت میں ادا نہ کی ہوں اُن کی قضا اور فدیہ واجب نہیں، اس لیے اس کے ذمے ان قضا نمازوں کے فدیے کی وصیت کرنا بھی واجب نہیں۔

2۔ اگر کوئی شخص ایک دن اور رات یعنی پانچ نمازوں کے وقت سے زیادہ وقت تک بے ہوش رہے کہ چھ یا زیادہ نمازوں کا وقت گزر جائے تو اس کے ذمے اس مدّت میں ادا نہ کی جانے والی نمازوں کی قضا واجب نہیں اگرچہ وہ بعد میں تندرست ہو کر نماز ادا کرنے پر قادر ہو جائے، اور جب ان نمازوں کی قضا واجب نہیں تو ان

کے فدیہ کی ادائیگی بھی واجب نہیں، البتہ جو شخص پانچ نمازوں یا ان سے کم مدت تک بے ہوش رہے اور بعد میں صحتیاب ہو کر نماز کی ادائیگی پر قادر ہو جائے تو اس مدت میں قضا شدہ نمازوں کی ادائیگی واجب ہے۔

نمازوں کے فدیہ کی وصیت پوری کرنے کی تفصیل:

جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے قضا نمازیں باقی ہوں اور اس نے وصیت کی ہو کہ میری ان نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے اور اس نے مال بھی چھوڑا ہو تو اس وصیت کو پورا کرنا ضروری ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ اگر میت پر کوئی قرضہ ہو تو سب سے پہلے میت کے مال میں سے قرضہ ادا کیا جائے، پھر اس کے بعد کل مال کے ایک تہائی حصے میں سے فدیہ کی یہ وصیت پوری کی جائے۔ اگر وہ ایک تہائی مال کم پڑ رہا ہو اور وہ وصیت اس میں پوری نہیں ہو پا رہی ہو تو اس وصیت کو پورا کرنے کے لیے ایک تہائی سے زیادہ مال خرچ کرنا ورثہ کے ذمے لازم نہیں، البتہ اگر عاقل بالغ ورثہ اپنی خوشی سے اپنے حصے میں سے یہ وصیت پوری کر دیں تو یہ جائز ہے اور یہ میت پر احسان ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے امید ہے کہ یہ فدیہ قبول کر لیا جائے گا۔

نمازوں کے فدیے کی وصیت نہ کرنے یا ترکہ نہ چھوڑنے کا حکم:

اگر میت کے ذمے قضا نمازیں ہوں اور اس نے ان کے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت بھی کی ہو لیکن اس نے مال نہیں چھوڑا ہو، یا مال تو چھوڑا ہو لیکن نمازوں کے فدیہ کی وصیت ہی نہ کی ہو تو ان دونوں صورتوں میں میت کی نمازوں کا فدیہ ادا کرنا ورثہ کے ذمے واجب نہیں، البتہ اگر عاقل بالغ ورثہ میت پر احسان کرتے ہوئے اپنی رضامندی سے اپنے حصے میں سے یا اپنے مال میں سے اس کی نمازوں کا فدیہ ادا کر دیں تو یہ جائز ہے اور یہ میت پر احسان ہو گا، اور اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے امید ہے کہ یہ فدیہ قبول کر لیا جائے گا۔

فوت شدہ نمازِ وتر کا فدیہ دینا بھی واجب ہے:

فدیہ ادا کرتے وقت قضا شدہ نمازِ وتر کا بھی فدیہ ادا کرنا واجب ہے، یوں شب و روز میں چھ نمازیں بن

جاتی ہیں۔

ایک نماز کے فدیہ کی مقدار:

ایک نماز کا فدیہ ایک صدقۃ الفطر کے برابر ہے، اور گندم کے حساب سے ایک صدقۃ الفطر نصف صاع یعنی 1.592136 کلو گرام گندم کے برابر ہوا کرتا ہے جس کو بطورِ احتیاط پونے دو کلو بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ فدیے میں یا تو پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت اور یا اتنی ہی قیمت کی کوئی اور چیز دے دی جائے؛ یہ سب جائز ہے۔ جس دن فدیہ دینا ہو اس دن قیمت معلوم کر کے حساب لگا لیا جائے۔

نمازوں کا فدیہ کس کو دینا جائز ہے؟

1۔ نمازوں کے فدیہ کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے کہ فدیہ صرف اسی کو دینا جائز ہے جس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

2۔ فدیہ دیتے وقت یہ بھی جائز ہے کہ ایک مستحقِ زکوٰۃ کو ایک نماز کا فدیہ دے دیا جائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک مستحقِ زکوٰۃ کو ایک سے زائد نمازوں کا فدیہ دے دیا جائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ متعدد مستحقینِ زکوٰۃ کو نمازوں کا فدیہ دیا جائے، البتہ اس بات کی رعایت کی جائے کہ ایک مستحقِ زکوٰۃ کو ایک نماز کے فدیے سے کم نہ دیا جائے یعنی ایک نماز کا فدیہ ایک سے زائد مستحقین کو دینا جائز نہیں ہے۔

فقہی عبارات

- الدر المختار:

(وَلَوْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلَوَاتٌ فَائِتَةٌ وَأَوْصَى بِالْكَفَّارَةِ يُعْطَى لِكُلِّ صَلَاةٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ) كَالْفِطْرَةِ (وَكَذَا حُكْمُ الْوِتْرِ) وَالصَّوْمِ. وَإِنَّمَا يُعْطِي (مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ) ...... (وَلَوْ قَضَاهَا وَرَثَتُهُ بِأَمْرِهِ لَمْ يَجُزْ)؛ لِأَنَّهَا عِبَادَةٌ بَدَنِيَّةٌ، (بِخِلَافِ الْحَجِّ)؛ لِأَنَّهُ يَقْبَلُ النِّيَابَةَ، وَلَوْ أَدَّى لِلْفَقِيرِ أَقَلَّ مِنْ

نِصْفِ صَاعٍ لَمْ يَجُزْ، وَلَوْ أَعْطَاهُ الْكُلَّ جَازَ، وَلَوْ فَدَى عَنْ صَلَاتِهِ فِي مَرَضِهِ لَا يَصِحُّ، بِخِلَافِ الصَّوْمِ.

- ردالمحتار:

(قَوْلُهُ: وَعَلَيْهِ صَلَوَاتٌ فَائِتَةٌ إلَخْ) أَيْ بِأَنْ كَانَ يَقْدِرُ عَلَى أَدَائِهَا وَلَوْ بِالْإِيمَاءِ، فَيَلْزَمُهُ الْإِيصَاءُ بِهَا، وَإِلَّا فَلَا يَلْزَمُهُ وَإِنْ قَلَّتْ، بِأَنْ كَانَتْ دُونَ سِتِّ صَلَوَاتٍ؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاللهُ أَحَقُّ بِقَبُولِ الْعُذْرِ مِنْهُ». وَكَذَا حُكْمُ الصَّوْمِ فِي رَمَضَانَ إنْ أَفْطَرَ فِيهِ الْمُسَافِرُ وَالْمَرِيضُ وَمَاتَا قَبْلَ الْإِقَامَةِ وَالصِّحَّةِ، وَتَمَامُهُ فِي «الْإِمْدَادِ». ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّهُ إذَا أَوْصَى بِفِدْيَةِ الصَّوْمِ يُحْكَمُ بِالْجَوَازِ قَطْعًا؛ لِأَنَّهُ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ، وَأَمَّا إذَا لَمْ يُوصِ فَتَطَوَّعَ بِهَا الْوَارِثُ فَقَدْ قَالَ مُحَمَّدٌ فِي «الزِّيَادَاتِ»: إنَّهُ يُجْزِيهِ إنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى، فَعَلَّقَ الْإِجْزَاءَ بِالْمَشِيئَةِ؛ لِعَدَمِ النَّصِّ، وَكَذَا عَلَّقَهُ بِالْمَشِيئَةِ فِيمَا إذَا أَوْصَى بِفِدْيَةِ الصَّلَاةِ؛ لِأَنَّهُمْ أَلْحَقُوهَا بِالصَّوْمِ احْتِيَاطًا؛ لِاحْتِمَالِ كَوْنِ النَّصِّ فِيهِ مَعْلُولًا بِالْعَجْزِ فَتَشْمَلُ الْعِلَّةُ الصَّلَاةَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعْلُولًا تَكُونُ الْفِدْيَةُ بِرًّا مُبْتَدَأً يَصْلُحُ مَاحِيًا لِلسَّيِّئَاتِ فَكَانَ فِيهَا شُبْهَةٌ كَمَا إذَا لَمْ يُوصِ بِفِدْيَةِ الصَّوْمِ، فَلِذَا جَزَمَ مُحَمَّدٌ بِالْأَوَّلِ وَلَمْ يَجْزِمْ بِالْأَخِيرَيْنِ، فَعُلِمَ أَنَّهُ إذَا لَمْ يُوصِ بِفِدْيَةِ الصَّلَاةِ فَالشُّبْهَةُ أَقْوَى. وَاعْلَمْ أَيْضًا أَنَّ الْمَذْكُورَ فِيمَا رَأَيته مِنْ كُتُبِ عُلَمَائِنَا فُرُوعًا وَأُصُولًا إذَا لَمْ يُوصِ بِفِدْيَةِ الصَّوْمِ يَجُوزُ أَنْ يَتَبَرَّعَ عَنْهُ وَلِيُّهُ. وَالْمُتَبَادِرُ مِنْ التَّقْيِيدِ بِالْوَلِيِّ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ مِنْ مَالِ الْأَجْنَبِيِّ. وَنَظِيرُهُ مَا قَالُوهُ فِيمَا إذَا أَوْصَى بِحَجَّةِ الْفَرْضِ فَتَبَرَّعَ الْوَارِثُ بِالْحَجِّ لَا يَجُوزُ، وَإِنْ لَمْ يُوصِ فَتَبَرُّعُ الْوَارِثِ إمَّا بِالْحَجِّ بِنَفْسِهِ أَوْ بِالْإِحْجَاجِ عَنْهُ رَجُلًا يُجْزِيهِ. وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَوْ تَبَرَّعَ غَيْرُ الْوَارِثِ لَا يُجْزِيهِ، نَعَمْ وَقَعَ فِي شَرْحِ «نُورِ الْإِيضَاحِ» لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ التَّعْبِيرُ بِالْوَصِيِّ أَوِ الْأَجْنَبِيِّ فَتَأَمَّلْ، وَتَمَامُ ذَلِكَ فِي آخِرِ رِسَالَتِنَا الْمُسَمَّاةِ «شِفَاءَ الْعَلِيلِ فِي بُطْلَانِ الْوَصِيَّةِ بِالْخَتَمَاتِ وَالتَّهَالِيلِ». (قَوْلُهُ: نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ) أَيْ أَوْ مِنْ دَقِيقِهِ أَوْ سَوِيقِهِ، أَوْ صَاعِ تَمْرٍ أَوْ زَبِيبٍ أَوْ شَعِيرٍ أَوْ قِيمَتِهِ، وَهِيَ أَفْضَلُ عِنْدَنَا؛ لِإِسْرَاعِهَا بِسَدِّ حَاجَةِ الْفَقِيرِ، «إمْدَادٌ». ثُمَّ إنَّ نِصْفَ الصَّاعِ رُبُعُ مُدٍّ دِمَشْقِيٍّ مِنْ غَيْرِ تَكْوِيمٍ، بَلْ قَدْرُ مَسْحِهِ كَمَا سَنُوضِحُهُ فِي زَكَاةِ الْفِطْرِ. (قَوْلُهُ:

وَكَذَا حُكْمُ الْوِتْرِ)؛ لِأَنَّهُ فَرْضٌ عَمَلِيٌّ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا، ط ...... (قَوْلُهُ: وَإِنَّمَا يُعْطِي مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ) أَيْ فَلَوْ زَادَتْ الْوَصِيَّةُ عَلَى الثُّلُثِ لَا يَلْزَمُ الْوَلِيَّ إخْرَاجُ الزَّائِدِ إلَّا بِإِجَازَةِ الْوَرَثَةِ. وَفِي «الْقُنْيَةِ»: أَوْصَى بِثُلُثِ مَالِهِ إلَى صَلَوَاتِ عُمْرِهِ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَأَجَازَ الْغَرِيمُ وَصِيَّتَهُ لَا تَجُوزُ؛ لِأَنَّ الْوَصِيَّةَ مُتَأَخِّرَةٌ عَنِ الدَّيْنِ، وَلَمْ يَسْقُطْ الدَّيْنُ بِإِجَازَتِهِ. اهـ. وَفِيهَا أَوْصَى بِصَلَوَاتِ عُمْرِهِ وَعُمْرُهُ لَا يُدْرَى فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ. ثُمَّ رَمَزَ إنْ كَانَ الثُّلُثُ لَا يَفِي بِالصَّلَوَاتِ جَازَ، وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْهَا لَمْ يَجُزْ. اهـ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ: لَا يَفِي بِغَلَبَةِ الظَّنِّ؛ لِأَنَّ الْمَفْرُوضَ أَنَّ عُمْرَهُ لَا يُدْرَى، وَذَلِكَ كَأَنْ يَفِيَ الثُّلُثُ بِنَحْوِ عَشْرِ سِنِينَ مَثَلًا وَعُمْرُهُ نَحْوُ الثَّلَاثِينَ. وَوَجْهُ هَذَا الْقَوْلِ الثَّانِي ظَاهِرٌ؛ لِأَنَّ الثُّلُثَ إذَا كَانَ لَا يَفِي بِصَلَوَاتِ عُمْرِهِ تَكُونُ الْوَصِيَّةُ بِجَمِيعِ الثُّلُثِ يَقِينًا وَيَلْغُو الزَّائِدُ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ يَفِي بِهَا وَيَزِيدُ عَلَيْهَا فَإِنَّ الْوَصِيَّةَ تَبْطُلُ؛ لِجَهَالَةِ قَدْرِهَا بِسَبَبِ جَهَالَةِ قَدْرِ الصَّلَوَاتِ، فَتَدَبَّرْ ..... (قَوْلُهُ: لَمْ يَجُزْ) الظَّاهِرُ أَنَّهُ بِضَمِّ الْيَاءِ مِنَ الْإِجْزَاءِ بِمَعْنَى أَنَّ الصَّلَاةَ لَا تَسْقُطُ عَنِ الْمَيِّتِ بِذَلِكَ وَكَذَا الصَّوْمُ، نَعَمْ، لَوْ صَامَ أَوْ صَلَّى وَجَعَلَ ثَوَابَ ذَلِكَ لِلْمَيِّتِ صَحَّ؛ لِأَنَّهُ يَصِحُّ أَنْ يُجْعَلَ ثَوَابُ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ عِنْدَنَا، كَمَا سَيَأْتِي فِي بَابِ الْحَجِّ عَنِ الْغَيْرِ إنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى. ..... (قَوْلُهُ: لَمْ يَجُزْ) هَذَا ثَانِي قَوْلَيْنِ حَكَاهُمَا فِي «التَّتَارْخَانِيَّة» بِدُونِ تَرْجِيحٍ، وَظَاهِرُ «الْبَحْرِ» اعْتِمَادُهُ، وَالْأَوَّلُ مِنْهُمَا أَنَّهُ يَجُوزُ كَمَا يَجُوزُ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ. (قَوْلُهُ: جَازَ) أَيْ بِخِلَافِ كَفَّارَةِ الْيَمِينِ وَالظِّهَارِ وَالْإِفْطَارِ، «تَتَارْخَانِيَّةٌ». (قَوْلُهُ: وَلَوْ فَدَى عَنْ صَلَاتِهِ فِي مَرَضِهِ لَا يَصِحُّ) فِي «التَّتَارْخَانِيَّة» عَنِ «التَّتِمَّةِ»: سُئِلَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ الْفِدْيَةِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ هَلْ تَجُوزُ؟ فَقَالَ: لَا. وَسُئِلَ أَبُو يُوسُفَ عَنِ الشَّيْخِ الْفَانِي هَلْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْفِدْيَةُ عَنِ الصَّلَوَاتِ كَمَا تَجِبُ عَلَيْهِ عَنِ الصَّوْمِ وَهُوَ حَيٌّ؟ فَقَالَ: لَا. اهـ. وَفِي «الْقُنْيَةِ»: وَلَا فِدْيَةَ فِي الصَّلَاةِ حَالَةَ الْحَيَاةِ، بِخِلَافِ الصَّوْمِ. اهـ. أَقُولُ: وَوَجْهُ ذَلِكَ أَنَّ النَّصَّ إنَّمَا وَرَدَ فِي الشَّيْخِ الْفَانِي أَنَّهُ يُفْطِرُ وَيَفْدِي فِي حَيَاتِهِ، حَتَّى إنَّ الْمَرِيضَ أَوِ الْمُسَافِرَ إذَا أَفْطَرَ يَلْزَمُهُ الْقَضَاءُ إذَا أَدْرَكَ أَيَّامًا أُخَرَ وَإِلَّا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، فَإِنْ أَدْرَكَ وَلَمْ يَصُمْ يَلْزَمُهُ الْوَصِيَّةُ بِالْفِدْيَةِ عَمَّا قَدَرَ، هَذَا مَا قَالُوهُ، وَمُقْتَضَاهُ أَنَّ غَيْرَ الشَّيْخِ الْفَانِي لَيْسَ لَهُ أَنْ يَفْدِيَ عَنْ صَوْمِهِ فِي حَيَاتِهِ؛ لِعَدَمِ النَّصِّ،

وَمِثْلُهُ الصَّلَاةُ، وَلَعَلَّ وَجْهَهُ أَنَّهُ مُطَالَبٌ بِالْقَضَاءِ إِذَا قَدَرَ، وَلَا فِدْيَةَ عَلَيْهِ إِلَّا بِتَحْقِيقِ الْعَجْزِ عَنْهُ بِالْمَوْتِ فَيُوصِي بِهَا، بِخِلَافِ الشَّيْخِ الْفَانِي فَإِنَّهُ تَحَقَّقَ عَجْزُهُ قَبْلَ الْمَوْتِ عَنْ أَدَاءِ الصَّوْمِ وَقَضَائِهِ فَيَفْدِي فِي حَيَاتِهِ، وَلَا يَتَحَقَّقُ عَجْزُهُ عَنْ الصَّلَاةِ؛ لِأَنَّهُ يُصَلِّي بِمَا قَدَرَ وَلَوْ مُومِيًا بِرَأْسِهِ، فَإِنْ عَجَزَ عَنْ ذَلِكَ سَقَطَتْ عَنْهُ إِذَا كَثُرَتْ، وَلَا يَلْزَمُهُ قَضَاؤُهَا إِذَا قَدَرَ كَمَا سَيَأْتِي فِي بَابِ صَلَاةِ الْمَرِيضِ، وَبِمَا قَرَّرْنَا ظَهَرَ أَنَّ قَوْلَ الشَّارِحِ بِخِلَافِ الصَّوْمِ أَيْ فَإِنَّ لَهُ أَنْ يَفْدِيَ عَنْهُ فِي حَيَاتِهِ خَاصٌّ بِالشَّيْخِ الْفَانِي، تَأَمَّلْ. (باب قضاء الفوائت)

- الدر المختار:

(وَإِنْ تَعَذَّرَ الْإِيمَاءُ) بِرَأْسِهِ (وَكَثُرَتِ الْفَوَائِتُ) بِأَنْ زَادَتْ عَلَى يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ (سَقَطَ الْقَضَاءُ عَنْهُ) وَإِنْ كَانَ يُفْهَمُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ (وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى) كَمَا فِي «الظَّهِيرِيَّةِ»؛ لِأَنَّ مُجَرَّدَ الْعَقْلِ لَا يَكْفِي لِتَوَجُّهِ الْخِطَابِ.

- ردالمحتار:

(قَوْلُهُ: بِأَنْ زَادَتْ عَلَى يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ) أَمَّا لَوْ كَانَتْ يَوْمًا وَلَيْلَةً أَوْ أَقَلَّ وَهُوَ يَعْقِلُ فَلَا تَسْقُطُ بَلْ تُقْضَى اتِّفَاقًا، وَهَذَا إِذَا صَحَّ، فَلَوْ مَاتَ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى الصَّلَاةِ لَمْ يَلْزَمْهُ الْقَضَاءُ حَتَّى لَا يَلْزَمُهُ الْإِيصَاءُ بِهَا، كَالْمُسَافِرِ إِذَا أَفْطَرَ وَمَاتَ قَبْلَ الْإِقَامَةِ، كَمَا فِي «الزَّيْلَعِيِّ». قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَيَنْبَغِي أَنْ يُقَالَ: مَحْمَلُهُ مَا إِذَا لَمْ يَقْدِرْ فِي مَرَضِهِ عَلَى الْإِيمَاءِ بِالرَّأْسِ، أَمَّا إِنْ قَدَرَ عَلَيْهِ بَعْدَ عَجْزِهِ فَإِنَّهُ يَلْزَمُهُ الْقَضَاءُ وَإِنْ كَانَ مُوَسَّعًا لِتَظْهَرَ فَائِدَتُهُ فِي الْإِيصَاءِ بِالْإِطْعَامِ عَنْهُ. اهـ قُلْت: وَهُوَ مَأْخُوذٌ مِنَ «الْفَتْحِ» فَإِنَّهُ قَالَ: وَمَنْ تَأَمَّلَ تَعْلِيلَ الْأَصْحَابِ فِي الْأُصُولِ انْقَدَحَ فِي ذِهْنِهِ إِيجَابُ الْقَضَاءِ عَلَى هَذَا الْمَرِيضِ إِلَى يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ حَتَّى يَلْزَمُهُ الْإِيصَاءُ بِهِ إِنْ قَدَرَ عَلَيْهِ بِطَرِيقِ وَسُقُوطُهُ إِنْ زَادَ. اهـ (قَوْلُهُ: فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ) وَقِيلَ: لَا يَسْقُطُ الْقَضَاءُ، بَلْ تُؤَخَّرُ عَنْهُ إِذَا كَانَ يَعْقِلُ، وَصَحَّحَهُ فِي «الْهِدَايَةِ» وَهُوَ مِنْ أَهْلِ التَّرْجِيحِ، لَكِنْ خَالَفَ نَفْسَهُ فِي كِتَابِهِ «التَّجْنِيسِ» فَصَحَّحَ الْأَوَّلَ كَعَامَّةِ أَهْلِ التَّرْجِيحِ كَقَاضِي خَانْ وَصَاحِبِ «الْمُحِيطِ» وَشَيْخِ الْإِسْلَامِ وَفَخْرِ الْإِسْلَامِ، وَمَالَ إِلَيْهِ الْمُحَقِّقُ ابْنُ الْهُمَامِ فِي عِبَارَتِهِ الَّتِي نَقَلْنَاهَا آنِفًا، وَمَشَى

عَلَيْهِ الْمُصَنِّفُ؛ لِأَنَّهُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ، وَلِمَا فِي «الْإِمْدَادِ» مِنْ أَنَّ الْقَاعِدَةَ الْعَمَلُ بِمَا عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ.
[تَنْبِيهٌ]: جَعَلَ فِي «السِّرَاجِ» الْمَسْأَلَةَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ: إنْ زَادَ الْمَرَضُ عَلَى يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَهُوَ لَا يَعْقِلُ فَلَا قَضَاءَ إجْمَاعًا، وَإِلَّا وَهُوَ يَعْقِلُ قَضَى إذَا صَحَّ إجْمَاعًا، وَإِنْ زَادَ وَهُوَ يَعْقِلُ أَوْ لَا وَهُوَ لَا يَعْقِلُ فَعَلَى الْخِلَافِ.
[تَتِمَّةٌ]: فِي «الْبَحْرِ» عَنِ «الْقُنْيَةِ»: وَلَا فِدْيَةَ فِي الصَّلَوَاتِ حَالَةَ الْحَيَاةِ، بِخِلَافِ الصَّوْمِ اھ وَقَدَّمَهُ الشَّارِحُ قُبَيْلَ هَذَا الْبَابِ وَأَوْضَحْنَاهُ ثَمَّةَ. (باب صلاة المريض)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

16 ربیع الاوّل 1442ھ/3 نومبر 2020

مقالہ نمبر 14:

ٹڈی کا شرعی حکم
مع شُبہات کا اِزالہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

مختلف زبانوں میں ٹڈی کے نام:

- عربی: الجَراد، الجَرادۃ۔
- اردو: ٹڈی۔
- پشتو: مُلَخ/اَمُلَخ۔
- انگریزی: Locust۔

وضاحت: یہاں تمام زبانوں کا ذکر مقصود نہیں بلکہ صرف پہچان مقصود ہے تاکہ ٹڈی کے معاملے میں مغالطہ نہ ہو۔

ٹڈی کا شرعی حکم:

ٹڈی حلال جاندار ہے بلکہ اس کے حلال ہونے پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے، حتی کہ جمہور ائمہ مجتہدین اور اکابرِامت رحمہم اللہ کے نزدیک اس کو کھانے کے لیے ذبح کرنا بھی ضروری نہیں، بلکہ یہ مچھلی کی طرح ذبح کیے بغیر بھی حلال ہے۔

1۔ الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے:

الْجَرَادُ:

٥٣- أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى حِلِ الْجَرَادِ، وَقَدْ وَرَدَ فِي حِلِّهِ الْحَدِيثُ الْقَائِل: «أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْجَرَادُ وَالْحُوتُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالطِّحَال وَالْكَبِدُ».

2۔ مختصر القدوری میں ہے:

وَيَجُوزُ أَكْلُ الْجَرَادِ وَلَا ذَكَاةَ لَهُ. (كتاب الصيد والذبائح)

3۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَأَمَّا الذي يَعِيشُ في الْبَرِّ فَأَنْوَاعٌ ثَلَاثَةٌ: ما ليس له دَمٌ أَصْلًا، وما ليس له دَمٌ سَائِلٌ، وما له دَمٌ سَائِلٌ، فما لَا دَمَ له مِثْلُ الْجَرَادِ وَالزُّنْبُورِ وَالذُّبَابِ وَالْعَنْكَبُوتِ وَالْخُنْفُسَاءِ وَالْعَقْرَبِ وَالْبَبْغَاءِ وَنَحْوِهَا لَا يَحِلُّ أَكْلُهُ إلَّا الْجَرَادُ خَاصَّةً. (كِتَابُ الذَّبَائِحِ: الْبَابُ الثَّانِي في بَيَانِ ما يُؤْكَلُ من الْحَيَوَانِ وما لَا يُؤْكَلُ)

ٹڈّی کے حلال ہونے سے متعلق چند شبہات کا اِزالہ

1۔ٹڈی کی تمام اقسام حلال ہیں:

بعض حضرات کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ ہمارے برّصغیر میں جو ٹڈیاں پائی جاتی ہیں یہ حلال نہیں بلکہ احادیث سے جن ٹڈیوں کا حلال ہونا ثابت ہوتا ہے وہ کچھ اور قسم کی یا بڑی جسامت (یعنی سائز) کی ٹڈیاں ہوتی تھیں۔

واضح رہے کہ یہ بات ہر گز درست نہیں بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ ٹڈیوں کی تمام اقسام وانواع حلال ہیں، چاہے وہ کسی بھی نوعیت اور سائز کی ہوں، کیوں کہ احادیث مبارکہ اور کتبِ فقہ میں ٹڈی کو حلال قرار دیا گیا ہے اور اس میں کسی قسم کی ٹڈی کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا،اس لیے اگر حلال ٹڈی سے کوئی مخصوص قسم کی ٹڈی مراد ہوتی تو احادیث اور کتبِ فقہ میں اس کا تذکرہ بھی ہوتا اور اس سے کسی قسم کا استثنا بھی ضرور ہوتا۔

2۔ کیا الجَراد اور ٹڈی میں فرق ہے؟

بعض حضرات کو یہ شبہ بھی درپیش ہوتا ہے کہ الجراد اور ٹڈی میں فرق ہے،اس لیے احادیث سے جو الجراد کا حلال ہونا ثابت ہو رہا ہے وہ ٹڈی نہیں بلکہ کوئی اور جاندار ہے۔

یہ بات متعدد وجوہات کی وجہ سے درست نہیں کیوں کہ:

- الجراد اور ٹڈی کا یہ فرق بلادلیل ہے کہ اس پر کوئی معتبر اور واضح دلیل نہیں۔
- الجراد اور ٹڈی کا یہ فرق لغات کی کتب کے بھی خلاف ہے، لغت کی کتابوں سے حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

1۔القاموس الوحید: الجراد: ٹڈی (اسم جمع) و جرادۃ۔

2۔ مصباح اللغات: الجراد: ٹڈی، واحد: جرادۃ۔

3۔المعجم الوسیط: الجراد: فصيلة من الحشرات، المستقيمات الأجنحة، واحده: جرادة للذكر والأنثى. (اس لغت میں اس لفظ کے ساتھ ٹڈی ہی کی تصویر دی گئی ہے۔)

گویا کہ لغت کی کتب میں بھی الجراد کو ٹڈی ہی قرار دیا گیا ہے۔

3۔ کیا ٹڈی حشراتُ الارض میں سے ہونے کی وجہ سے حرام ہے؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ٹڈی حشراتُ الارض میں سے ہے اس لیے حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ:

- جب احادیث میں اس کا حلال ہونا مذکور ہے تو پھر اس کے مقابلے میں ذاتی رائے اور قیاسات کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے۔
- حضرات فقہائے کرام نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ حشرات الارض میں سے ٹڈی حلال ہے، گویا کہ ٹڈی حشرات الارض میں سے ہونے کے باوجود بھی حرام نہیں بلکہ احادیث کی وجہ سے اس کو استثنا حاصل ہے، جیسا کہ ''منحۃ السلوک شرح تحفۃ الملوک للامام العینی'' میں ہے:

قوله: (ويحرم الضب والقنفذ والسلحفاة والزنبور والحشرات كلها)؛ لأنها من الخبائث. والشافعي جوز أكل الضب والقنفذ. قوله: (إلا الجراد فإنه مستثنى من الحشرات)؛ لقوله عليه السلام: «أحلت لنا ميتتان ودمان، أما الميتتان فالسمك والجراد، وأما الدمان فالكبد والطحال». قوله: (ولو مات) أي الجراد (حتف أنفه)؛ لأن الذكاة ليست بشرط فيه.

4۔ کیا طبعی کراہت کی وجہ سے ٹڈی کو حرام قرار دینا درست ہے؟

بعض لوگوں کو ٹڈی سے طبعی کراہت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اسے حلال تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ واضح رہے کہ یہ بات ہر گز درست نہیں کیوں کہ:

- کسی جاندار کے حلال وحرام ہونے کا معیار شرعی دلائل ہیں، اس لیے انھی کے مطابق کسی جاندار کے حلال وحرام کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اس کے مقابلے میں طبعی کراہت کوئی دلیل نہیں کہ اس کی بنا پر کسی جاندار کے حرام ہونے کا حکم لگایا جاسکے۔
- دوسری بات یہ ہے کہ ٹڈی کھانا زیادہ سے زیادہ جائز ہے، کوئی واجب نہیں، اس لیے یہ ضروری نہیں کہ ہر جائز چیز کھائی جائے، اس لیے اگر کسی کو کسی حلال چیز سے طبعی کراہت ہو تو اس کو اختیار ہے کہ اسے نہ کھائے لیکن محض اس بنا پر اس کو حرام قرار دینا یا دوسروں کو اس سے روکنا سنگین غلطی بلکہ جرم

ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کو خرگوش طبعی طور پر پسند نہیں لیکن وہ بالکل حلال ہے۔

5۔ کیا ٹڈیاں اس لیے حرام ہیں کہ وہ کھیتوں پر حملہ آور ہوتی ہیں؟

بعض حضرات کو یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ چوں کہ یہ ٹڈیاں کھیتوں پر حملہ آور ہوتی ہیں گویا کہ عذابِ الٰہی ہوتی ہیں اس لیے یہ حرام ہیں۔ یہ بات بھی ہر گز درست نہیں کیوں کہ:

- ما قبل میں بیان ہوا کہ جب احادیث میں اس کا حلال ہونا مذکور ہے تو پھر اس کے مقابلے میں ذاتی رائے اور قیاسات کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے، اس لیے کھیتوں پر حملہ آور ہونے کی وجہ سے ان کو حرام نہیں کہا جاسکتا۔
- ٹڈیوں میں یہ صفت موجود ہے کہ وہ بڑی تعداد میں کھیتوں پر حملہ آور ہوتی ہیں لیکن اس کی بنا پر کسی بھی حدیث میں ان کو حرام قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اس صفت کا علم ہونے کے باوجود حضور اقدس ﷺ نے انھیں حلال فرمایا ہے۔
- کھیتوں پر حملہ آور ہونے کی صفت کی وجہ سے ائمہ مجتہدین اور اکابرِ امت میں سے کسی نے ان کو حرام قرار نہیں دیا بلکہ ان کے حلال ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

احادیث اور آثار

1۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے ساتھ چھ یا سات غزوات میں شریک رہے تو ہم ان کے ساتھ ٹڈیاں کھایا کرتے تھے۔

٥٤٩٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ سِتًّا كُنَّا نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ. (بَاب أَكْلِ الْجَرَادِ)

یہ حدیث سنن ابی داود، سنن النسائی، سنن الترمذی، صحیح ابن حبان، مسند ابی عوانہ، مسند احمد، مسند البزار اور دیگر کتبِ احادیث میں بھی ہے۔

2۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ”ہمارے لیے دو طرح کے مردار اور دو طرح کے خون حلال قرار دیے گئے ہیں، دو مردار سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہے جبکہ دو خون سے مراد جگر اور تلّی ہے۔“

٥٧٢٣- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ».

یہ حدیث سنن کبریٰ بیہقی، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، شعب الایمان للبیہقی، سنن ابن ماجہ، مسند عبد بن حمید اور مسند الامام الشافعی سمیت متعدد کتب میں موجود ہے۔

حلال جانور جب شرعی طور پر ذبح کیے بغیر مر جائے تو اس کو میتہ یعنی مردار کہتے ہیں جس کا حرام ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہے، البتہ مچھلی اور ٹڈی اس سے مستثنیٰ ہیں کیوں کہ ان کو کھانے کے لیے ذبح کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ یہ ذبح کیے بغیر بھی مر جائیں تو ان کا کھانا حلال ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے کہ مچھلی اور ٹڈیوں کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں:

٢٠٠٩٩- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: الْحِيتَانُ ذَكِيٌّ كُلُّهَا، وَالْجَرَادُ ذَكِيٌّ كُلُّهُ.

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں متعدد صحابہ کرام سے ٹڈی کا حلال ہونا ثابت ہے:

٢٥٠٥٠- حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ شَبِيبٍ، عَنْ جُنْدُبٍ، رَجُلٌ مِنْهُمْ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ أَكْلِ الْجَرَادِ؟ فَقَالَ: لا بَأْسَ بِهِ.

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ٹڈی کھانے سے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

٢٥٠٥٢- عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: كُنَّ أُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِينَ يَتَهَادَيْنَ الْجَرَادَ.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امہات المؤمنین ایک دوسرے کو ٹڈیاں ہدیہ کرتی تھیں۔

٢٥٠٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنِ الْجَرَادِ؟ فَقَالَ: أَكَلَهُ عُمَرُ وَالْمِقْدَادُ بْنُ الأَسْوَدِ وَصُهَيْبٌ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: وَقَالَ عُمَرُ: وَدِدْت أَنَّ عِنْدِي قَفْعَةً أَوْ قَفْعَتَيْنِ.

ترجمہ: حضرت داود بن ابی ہند فرماتے ہیں کہ میں نے امام سعید بن المسیب سے ٹڈی سے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ٹڈی تو حضرت عمر، حضرت مقداد بن اسود، حضرت صہیب اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سب نے کھائی ہے، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہ بھی فرمایا کہ میری تمنا ہے کہ میرے پاس ٹڈیوں کی ایک دو ٹوکریاں ہوتیں (کہ میں انھیں کھاتا رہتا۔)

٢٥٠٥٩- حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُثَنَّى بْنِ سَعِيدٍ أَبِي غِفَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ: لَقَصْعَةٌ مِنْ جَرَادٍ أَحَبّ إِلَيَّ مِنْ قَصْعَةٍ مِنْ ثَرِيدٍ.

ترجمہ: حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ٹڈیوں سے بھرا برتن مجھے ثرید کے برتن سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
5 صفر المظفر 1441ھ/ 5 اکتوبر 2019

مقالہ نمبر 15:

دینی پیغامات اور پوسٹیں ڈیلیٹ کرنے کا حکم

مع علمِ دین اور قرآن کریم کے اُٹھائے جانے سے متعلق بعض علاماتِ قیامت کا تذکرہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

دینی پیغامات اور پوسٹوں کو ڈیلیٹ کرنے سے متعلق ایک غلط فہمی:

بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ یا دینی تعلیمات پر مشتمل دینی پیغامات اور پوسٹوں کو ڈیلیٹ کرنا جائز نہیں کیوں کہ یہ قیامت کی نشانی ہے کہ لوگ خود اپنے ہاتھ سے قرآن اور دین مٹائیں گے، پھر اسی تناظر میں یہ بھی دعوت دی جاتی ہے کہ دینی پیغامات کسی کو بھی نہ بھیجیں کیوں کہ جب آپ بھیجیں گے نہیں تو دوسروں کو ایسے دینی پیغامات ڈیلیٹ کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ یہ بھی بظاہر دشمنانِ اسلام کی ایک چال معلوم ہوتی ہے کہ وہ ایسی منگھڑت باتیں پھیلا کر دین کی تبلیغ واِشاعت کا یہ سلسلہ روکنا چاہتے ہیں کیوں کہ آج میڈیا کے ذریعے مستند دینی تعلیمات پر مشتمل تحریرات، پیغامات اور پوسٹوں کا ایک عظیم ذخیرہ امتِ مسلمہ بلکہ پوری دنیا تک منتقل کیا جارہا ہے، جس سے دنیا فیضیاب ہورہی ہے الحمد للہ۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ ایسی غلط فہمیوں میں ہمارے سادہ لوح مسلمان بہت جلد مبتلا ہوجاتے ہیں حالاں کہ عوام کو چاہیے کہ وہ ہر معاملے میں مستند اہلِ علم کی طرف رجوع کریں۔

کیا دینی پیغامات کو ڈیلیٹ کرنا قیامت کی نشانی ہے؟؟

قرآن، احادیث اور دینی تعلیمات پر مبنی پیغامات اور پوسٹوں کو ڈیلیٹ کرنا قیامت کی نشانی ہر گز نہیں، اسی طرح یہ بھی قیامت کی نشانی ہر گز نہیں کہ مسلمان اپنے ہاتھ سے قرآن یا دین مٹائیں گے، کیوں کہ قرآن وسنت کی روشنی میں جو علاماتِ قیامت ثابت ہیں ان میں ایسی کوئی نشانی موجود نہیں، اور یہ تو واضح سی بات ہے کہ قیامت کی نشانیاں اپنی طرف سے بیان نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس کے لیے قرآن وسنت سے مستند ثبوت ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو قیامت کی نشانی قرار دے کر اس کی بنیاد پر پیغامات ڈیلیٹ کرنے کو ناجائز کہنا واضح غلطی اور دعویٰ بلادلیل ہے۔

دینی پیغامات اور پوسٹوں کو ڈیلیٹ کرنے کا حکم:

قرآن، احادیث اور دینی تعلیمات پر مبنی پیغام اور پوسٹ پڑھ کر ڈیلیٹ کرنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ جہاں پڑھے بغیر ڈیلیٹ کرنے میں اِعراض کی صورت پیدا ہوتی ہو تو اس صورت میں پڑھ کر ہی ڈیلیٹ کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں: فتویٰ جامعہ دار العلوم کراچی نمبر: 26/ 1307)

مذکورہ مسئلے سے متعلق صحیح صورتحال

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور علمِ دین سے متعلق علاماتِ قیامت کی صحیح صورتحال ذکر کی جائے تاکہ مزید معلومات کے ساتھ ساتھ اس زیرِ بحث مسئلے کے بارے میں مزید اطمینان بھی نصیب ہو سکے اور ہر قسم کی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے۔

علمِ دین اور قرآن کریم کے اُٹھائے جانے سے متعلق بعض علاماتِ قیامت:

متعدد روایات سے ثابت ہے کہ قیامت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ علم اُٹھالیا جائے گا، اور یہ علم اس طرح اُٹھے گا کہ علماء کرام دنیا سے اُٹھتے چلے جائیں گے، ان کے چلے جانے سے علم بھی رفتہ رفتہ اُٹھتا چلا جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ قیامت کے قریب ہی ایک رات ایسی آئے گی کہ اس میں قرآن کریم دلوں اور مصاحف یعنی قرآنی نسخوں سے اُٹھالیا جائے گا۔ ملاحظہ فرمائیں:

قیامت کی ایک نشانی: علم اُٹھالیا جائے گا:

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ”قیامت کی نشانی یہ ہے کہ علم اُٹھالیا جائے گا، جہالت عام ہو جائے گی، شراب پی جائے گی اور زنا عام ہو جائے گا۔“ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

٨٠- عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ: أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا».

علم کیسے اُٹھایا جائے گا؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے علم یوں ہی نہیں اُٹھائے گا بلکہ علم اس طرح اُٹھے گا کہ علماء دنیا سے اٹھ جائیں گے، یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے، پھر انھی سے پوچھتے رہیں گے، اور وہ جاہل پیشوا علم کے بغیر انھیں جواب دیں گے، چنانچہ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

- جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

١٠٠- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا».

قیامت کے قریب قرآن کریم اُٹھالیا جائے گا:

حضرت شَدّاد بن مَعْقِل فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے پاس جو قرآن کریم ہے یہ تم سے اُٹھالیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ ہم سے قرآن کریم کیسے اٹھالیا جائے گا حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے دلوں میں محفوظ کردیا ہے اور ہم نے اسے مصاحف میں لکھ دیا ہے؟؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک رات ایسی آئے گی کہ قرآن کریم دلوں سے اور مصاحف سے اٹھالیا جائے گا۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٣٠٨١٩- عَن شَدَّادِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ الَّذِي بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ يُوشِكُ أَنْ يُنْزَعَ مِنْكُمْ، قَالَ: قُلْتُ : كَيْفَ يُنْزَعُ مِنَّا وَقَدْ أَثْبَتَهُ اللّٰهُ فِي قُلُوبِنَا وَأَثْبَتْنَاهُ فِي مَصَاحِفِنَا؟ قَالَ: يُسْرَى عَلَيْهِ فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ فَيَنْتَزِعُ مَا فِي الْقُلُوبِ وَيَذْهَبُ مَا فِي الْمَصَاحِفِ وَيُصْبِحُ النَّاسُ مِنْهُ فُقَرَاءَ، ثُمَّ قَرَأَ: «وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ».(فِي رفعِ القرآنِ والإسراءِ بِهِ)

• مستدرک حاکم میں ہے:

٨٥٣٨- عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ: سَمِعْتُ شَدَّادَ بْنَ مَعْقِلٍ صَاحِبَ هَذِهِ الدَّارِ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا تَفْقِدُونَ مِنْ دِينِكُمُ الْأَمَانَةُ، وَآخرَ مَا يَبْقَى الصَّلَاةُ، وَأَنَّ هَذَا الْقُرْآنَ الَّذِي بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ يُوشِكُ أَنْ يُرْفَعَ»، قَالُوا: وَكَيْفَ يُرْفَعُ وَقَدْ أَثْبَتَهُ اللهُ فِي قُلُوبِنَا وَأَثْبَتْنَاهُ فِي مَصَاحِفِنَا؟ قَالَ: «يُسْرَى عَلَيْهِ لَيْلَةً فَيَذْهَبُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَمَا فِي مَصَاحِفِكُمْ»، ثُمَّ قَرَأَ: «وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ» [الإسراء: ٨٦].

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: صحيح.

اس مضمون کی احادیث المعجم الکبیر للطبرانی، مصنَّف عبدالرزاق، شُعَبُ الاِیمان، مجمع الزوائد، سنن سعید بن منصور، الفتن لنعیم بن حماد سمیت متعدد کتب میں موجود ہے، اور سورۃ الاِسراء آیت 86 کی تفسیر کے تحت تفسیر ابن کثیر اور تفسیر قرطبی میں بھی موجود ہے۔

قرآن کریم کب اُٹھایا جائے گا؟؟

ما قبل میں یہ بات معلوم ہوئی کہ قیامت کے قریب سینوں اور مصاحف سے قرآن کریم اُٹھالیا جائے گا، یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ یہ حادثہ کب واقعہ ہوگا؟ تو روایات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیامت کی علاماتِ بعیدہ میں سے ہے یعنی کہ یہ واقعہ قیامت کے بالکل قریب ہی پیش آئے گا۔ علامہ محقق محمد بن رسول بَرْزَنْجی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''الاِشاعۃ لِاَشراط الساعۃ'' میں حضرت ابو الشیخ ابن حیّان رحمہ اللہ کی ''کتاب الفتن'' کے حوالے سے ایک روایت نقل فرمائی ہے جس سے اس کی مزید تعیین میں کافی مدد ملتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

أخرج أبو الشيخ عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعا: «ينزل عيسى ابن مريم، فيقتل الدجال، ويمكث أربعين عامًا يعمل فيهم بكتاب الله تعالى وسنتي، ويموت، فيستخلفون

بأمر عيسى رجلًا من بني تميم يقال له: المُقْعَد، فإذا مات المقعد لم يأت على الناس ثلاث سنين حتى يرفع القرآن من صدور الرجال».

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، وہ دجال کو قتل کریں گے، چالیس سال دنیا میں رہیں گے، قرآن کریم اور میری سنت کے مطابق عمل (اور فیصلہ) کریں گے، پھر وفات پاجائیں گے، چنانچہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام ہی کی وصیت کے مطابق بنو تمیم کے مُقْعَد نامی ایک شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کرلیں گے، جب مقعد کا انتقال ہو جائے تو اس کے بعد تین سال بھی نہ گزرے ہوں گے کہ لوگوں کے دلوں سے قرآن کریم اٹھالیا جائے گا۔“

یہ روایت امام العصر خاتمۃ المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی افادات پر مشتمل مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی مرتّب فرمودہ مایہ ناز کتاب ”التصریح بما تواتر فی نزول المسیح“ میں اسی کتاب ”الاشاعۃ لاشراط الساعۃ“ کے حوالے سے موجود ہے، البتہ اس کے آخر میں ”صدور الرجال“ کے بعد ”ومصاحفھم“ کا بھی اضافہ ہے۔ شیخ علامہ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق و تعلیق سے ”التصریح بما تواتر فی نزول المسیح“ کا جو نسخہ شائع فرمایا ہے اس کے صنیع اور منہج سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت معتبر ہے۔

اس روایت کی وجہ سے قرآن کریم کے اٹھائے جانے کے وقت کی تعیین میں کافی مدد ملتی ہے، البتہ علامہ محقق محمد بن رسول برزنجی رحمہ اللہ نے مذکورہ کتاب ”الِاشاعۃ لِاَشراط الساعۃ“ میں اس روایت کے بعد یہ احتمال ظاہر فرمایا ہے کہ قرآن کریم کا یہ اٹھایا جانا بعض کے دلوں سے ہوگا۔ لیکن اس پر بھی کلام ہو سکتا ہے۔

بہر حال اس سے اتنا تو معلوم ہو ہی جاتا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے بالکل قریب ہی پیش آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

8 صفر 1441ھ/8 اکتوبر 2019